ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بانی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۸ نومبر ۱۹۸۳ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

ہدیہ -/۲ روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ و تشریح — محمد سعید الرحمٰن علوی

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ (مسلم و بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی ستّر سے بھی کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ و افضل تو لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہونا ہے۔ یعنی توحید کی شہادت دینا۔ اور ان میں ادنیٰ درجہ کی چیز اذیت اور تکلیف دینے والی چیزوں کا راستے سے ہٹانا ہے۔ اور حیا ایمان کی ایک اہم شاخ ہے"۔

اس حدیث پاک میں ایمان کی شاخوں کے لئے ستّر سے زائد شعبوں اور شاخوں کا ذکر آیا ہے اس میں ستّر سے کیا مراد ہے؟ اہل عرب بالعموم ستّر کا لفظ مبالغہ کے لئے بولتے تھے تو گویا یہاں ستّر کا ٹھیک ٹھیک عدد مراد نہیں۔ کثرت اور مبالغہ مراد ہے۔ اور ستّر سے زائد کا جملہ اس کثرت و مبالغہ کی مزید تاکید ہے اور بعض حضرات اس سے خاص ستّر کا عدد مراد لیتے ہیں کہ سبعون کا معنی ستّر اور بضع کا لفظ خاص سات کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ایسے حضرات نے پھر ان ۷۷ شعبہ جات کو متعین کرنے کی بھی کوشش کی ہے (اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو قبول فرمائے)۔ بہرطور اس میں تین چیزیں قابل ذکر ہیں۔

اعلیٰ درجہ تو ظاہر ہے کہ وہ کلمہ ایمان و توحید ہے جو بنیاد ہے اسلام میں داخل ہونے اور تمام نیکیوں کی۔ کہ اس کے بغیر کسی نیکی کا تصور ہے نہ اجر۔ اس کے بعد راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹا دینا ایمان کا ادنیٰ درجہ قرار دیا گیا ہے۔ گویا بقول حضرات محدثین اعلیٰ درجہ کا تعلق حقوق اللہ سے ہے کہ وہ ذات پاک اعلیٰ و برتر ہے اور ادنیٰ درجہ کا تعلق حقوق العباد سے ہے گو کہ مواخذہ اور حساب میں حقوق العباد پہ زیادہ رد و قدح ہوگی کہ اللہ رب العزت اپنے معاملہ میں تو بے حد عفو و درگذر سے کام لینے والے ہیں لیکن تقاضائے عدل کے تحت دوسروں کے حقوق کا معاملہ دوسروں کے ہاتھ میں ہے اور وہی انہیں معاف کر سکتے ہیں۔

تیسری بات جو بڑی اہم ہے وہ ہے "حیا" جس کا انسانی اخلاق میں بلند مقام ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اپنے ہم جنسوں کا لحاظ نہ کرنے والے کو عام طور پر جو بے حیا کہا جاتا ہے تو یہ بات کچھ عجیب سی ہے اصل میں حیا کی مستحق وہ ذات ہے جو ہمارا رب ہے اصل شرمانا تو اللہ تعالےٰ سے شرمانا ہے۔ ترمذی میں ہے حضور علیہ السلام نے ایک دن صحابہؓ سے فرمایا:-

"اللہ رب العزّت سے ایسی حیا کرو جیسی کرنی چاہیئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم کرتے تو ہیں۔ اس پر آپؐ

(باقی ۱۰ پر)

حضرت لاہوریؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مسلسل انتخاب — باتیں اُن کی یاد رہیں گی

انسان کی ترقّی کا صحیح مفہوم

( )

بہیمیۃ کی خواہشات کا فنا کرنا مقصود نہیں ہے

انسان کی ترقی صحیح مفہوم جو آگے آرہا ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ بہیمیۃ کی خواہشات کو فنا کر دیا جائے۔ مثلاً ارشاد ہوتا ہے:-

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ . . . تا . . . كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔

(سورہ الاعراف - ع ۴ - پ ۸)

ترجمہ: کہہ اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہے۔ اور کس نے کھانے کی ستھری چیزیں (حرام کیں) کہہ دو دنیا کی زندگی میں یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے لئے ہیں۔ قیامت کے دن خالص انہیں کے لئے ہو جائیں گی۔ اسی طرح ہم آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں ان کے لئے جو سمجھتے ہیں"۔

حاصل

یہ ہے کہ ضروریاتِ بہیمیۃ کے پورا کرنے کے لئے جو نعمتیں پیدا کی گئی ہیں وہ در اصل اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار بندوں کے لئے ہیں۔ نافرمان لوگ ان کے صدقے میں کھاتے ہیں۔ جس طرح حکومت وفادار رعایا کی نقل و حرکت کے لئے ریل بناتی ہے مگر باغی اور بدمعاش بھی اسی میں سفر کرتے ہیں۔

اگلا ارشاد ملاحظہ ہو کہ پاکیزہ رزق کھا کر اچھے کام کیا کرو۔

یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝

(سورۃ المومنون، ع ۴، پ ۱۸)

ترجمہ: اے رسولو! ستھری چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو بے شک میں جانتا ہوں جو تم کرتے ہو۔

حاصل

یہ نکلا کہ پاکیزہ چیزیں استعمال کرو۔ اس کے بعد نیک کام کرو۔ یہ یاد رہے کہ اچھا کام وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔

انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم

اب انسان کی ترقی کا صحیح مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالےٰ کی پیدا کردہ نعمتیں کھائے پیئے۔ اس کے بعد کام وہ کرے جو فرشتے کرتے ہیں گویا کہ یہ نیک آدمی ترقی کر کے فرشتوں کی صفات سے متصف ہو گیا۔ بظاہر تو یہ ایک انسان ہے مگر صفات کے لحاظ سے فرشتہ سیرت ہوگا۔ انسان کے اندر یہ صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامنگیری اور آپؐ ہی کی راہ نمائی سے پیدا ہوں گی۔ مثلاً:-

تسبیح و تحمید کی تلقین

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں

کہ ملائکہ عظام اللہ والے کی تسبیح و تحمید بیان کرتے ہیں۔ اب ملاحظ فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو تسبیح و تحمید کی تلقین فرماتے ہیں ا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: ابی ہریرہ رضؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں (قیامت کے دن) میزان میں بڑے ہی بھاری ہوں گے۔ رحمٰن کو پیارے ہیں (اور وہ دو کلمے) سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم ہیں۔

۲: عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فِیْ یَوْمٍ مِائَۃَ مَرَّۃٍ حُطَّتْ خَطَایَاہُ وَاِنْ کَانَ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ: ابی ہریرۃ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے دن کے کسی حصہ میں سبحان اللہ و بحمدہٖ ایک سو مرتبہ پڑھا۔ اس کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے اگرچہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔

۳: عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْکَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَی اللّٰہُ لِمَلٰٓئِکَتِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ابی ذر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا سب سے بہتر کلام کون سی ہے؟ آپؐ نے فرمایا اللہ نے اپنے فرشتوں کے لئے چنی ہوئی ہے (وہ کیا ہے؟) سبحان اللہ و بحمدہٖ۔

اصلی ترقی انسان کی یہ ہے

برادرانِ اسلام! آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اذکارِ الٰہیہ کی تلقین فرما رہے ہیں جو فرشتے کرتے رہتے ہیں۔ اصلی ترقی انسان کی تو یہ ہے کہ اپنے اندر ایسے اوصاف پیدا کرے جو ملائکہ عظام کے ہیں۔

استغفار کی تلقین

قرآن شریف کی گزشتہ آیت میں آپ سن چکے ہیں کہ چونکہ وہ خود تو گناہوں سے پاک ہے۔ اس لئے زمین پر رہنے والوں کے لئے اللہ تعالےٰ سے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں چونکہ انسان خود گناہ کرتا ہے۔ اس لئے یہ اپنے لئے بھی اللہ تعالےٰ سے گناہوں کی معافی مانگے گا اور دوسروں کے لئے بھی۔ رحمۃ للعالمین کی اپنی امت کو تلقین استغفار ملاحظہ ہو۔

ترجمہ: شداد بن اوس رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سید الاستغفار یہ ہے کہ تُو کہے۔ اے اللہ! تُو میرا رب ہے۔ تیرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ تُو نے مجھے پیدا کیا اور مَیں تیرا بندہ ہوں اور مَیں نے تجھ سے جو (ایمان اور خالص تیری فرمانبرداری کرنے کا) عہد کیا ہے اس پر قائم ہوں اور جو تو نے (اجر دینے کا) وعدہ کیا ہے اس کا امیدوار ہوں۔ اپنی توفیق کے مطابق اس کا پابند ہوں جو برائی مَیں نے کی ہے اس (کے شر) سے بچنے کے لئے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تیرے احسان جو مجھ پر ہیں۔ ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں۔ تُو مجھے بخش دے۔ کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو کوئی بخش نہیں سکتا۔ آپؐ نے فرمایا۔ جس شخص نے یہ کلمے دن کو کہے ایسے حال میں کہ وہ ان پر یقین کرنے والا تھا۔ پھر اسی دن شام سے پہلے مرگیا تو وہ بہشتیوں میں

(باقی ۷ پر)

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور



جلد ۲۹ • شمارہ ۲۰
۱۲ر صفر المظفر ۱۴۰۴ھ • ۱۸ر نومبر ۱۹۸۳ء

رئیس الادارہ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور

مجلس ادارت
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اس شمارے میں

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
۸۰/-	۴۵/-	۲۵/-

فی پرچہ -/۲ روپے

طابع: منہاج الدین اصلاحی مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر: مولانا عبید اللہ انور
مقام: اندرون شیرانوالہ دروازہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک قدم آگے بھی!

پاکستان کے وزیر دفاع میر علی احمد تالپور نے گزشتہ دنوں علامہ اقبال کا نگریس کے افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جو کچھ کہا۔ اس کو ہم سطور ذیل میں نقل کر رہے ہیں۔

"کوئی قوم اپنے نظرئے اور فطرت کے قوانین کے خلاف عمل کر کے اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں واضح طور پر ارشاد کیا ہے کہ نافرمانی کرنے والی قومیں عذاب میں مبتلا کر دی جاتی ہیں — جب قوموں کے اندر بیداری پیدا ہوتی ہے اور وہ محنت، اتحاد اور انصاف کے اصولوں پر چلتی ہیں تو خدا اس قوم کو انعام دیتا ہے اور جب قومیں انتشار و افتراق کا شکار ہوتی ہیں تو تن آسان ہو جاتی ہیں تو ایسی قومیں برباد کر دی جاتی ہیں۔"

جناب تالپور نے باتیں تو خوب کیں لیکن اے کاش! ان باتوں کو ہم تقریر کی حد تک محدود نہ کریں عملاً اس کے لئے کوئی لائحہ و دستور ترتیب دیا جاتے اور نوجوان نسل کے سامنے کوئی عملی نمونہ پیش کیا جائے تاکہ وہ انتشار اور دو عملی کے مخمصے سے نکل کر صراط مستقیم پر گامزن ہو سکیں۔

علاوہ ازیں

نوجوان نسل کو یہ بھی بتلایا جائے کہ مادیت انتشار و افتراق — اور روحانیت اتحاد و اتفاق کی منزل تک پہنچاتی ہے اور یہی وہ راہ ہے جس پر چلنے کی علمائے امت اور رہنمایانِ ملت تا دمِ ایں دعوت دیتے چلے آ رہے ہیں۔

مجلسِ ذکر — ضبط و ترتیب : ادارہ

اپنے محسنوں کو پہچانیں

مولانا محمد الیاس نے وہ کام کیا جس کا ہمیں اندازہ ہی نہیں

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

محترم حضرات و معزز خواتین ! ہمارے پڑوس کی بستی رائے ونڈ جو گمنام بستی تھی اور آج ساری دنیا میں اس کا نام اور چرچا ہے۔ اس میں عالمی تبلیغی اجتماع شروع ہو رہا ہے۔ اتوار کو دعا ہو گی جس میں لاکھوں بندگانِ خدا اپنے رب سے اپنی دنیا و آخرت کے لئے فریاد کریں گے۔ ہزاروں علماء و صلحا شریک محفل ہوں گے۔ انسانیت کی ہدایت، مسلمان قوم کے عروج اور اس کے بخت کی بلندی، ذلت و خواری سے اس کی رہائی کی دعائیں ہوں گی۔ خوش قسمت اور نیک بخت ہیں وہ بندے جو اس بے بہا موقعہ سے فائدہ اٹھائیں گے (اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے)

یہ کام واقعی بڑا اونچا کام ہے۔ دعوت و تبلیغ کا کام امت کی ذمہ داری اور اس کا فرض ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر فلیبلغ الشاہدُ والغائبُ کا ارشاد فرمایا تھا۔ سو الحمد للہ — اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندے شروع سے اپنے نبی محترم اور امام و مرشد کے ارشاد کے مطابق یہ فرض ادا کرتے رہے اور جب اس کام میں سستی واقع ہوئی تو رب العزت نے کاندھلوی حضرات کو اس کام میں لگا دیا جن کی محنت و سعی سے آج ساری دنیا میں یہ سنت مبارکہ جاری و ساری ہے۔

مولانا محمد الیاسؒ دبلے پتلے بزرگ تھے زبان میں بھی اٹکاؤ تھا مدینہ طیبہ مستقل قیام کی نیت تھی چلے بھی گئے لیکن وہاں مسلسل ارشاد ہوتا رہا کہ میاں واپس جاؤ ہم تم سے کام لیں گے، یہ بے چارے پریشان، میں کیا کام کروں گا؟ حضرت استاذی و مولائی مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کے بڑے بھائی حضرت مولانا سید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بانی مدرسہ شرعیہ مدینہ منورہؒ سے اپنی پریشانی کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا —— میاں یہ تو نہیں کہا کہ جا کے کام کرو —— یہ کہا ہے نا کہ ہم کام لیں گے تو وہ جانیں ان کا کام جانے —— وہ خود لے لیں گے بس تم تو چلے جاؤ۔ چنانچہ چلے آئے، حضرت مخدوم دہلوی خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ کے قرب میں ان کے والد اور بھائی پہلے سے کچھ نہ کچھ خدمت میں مصروف رہے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ جیسے استاد عطا فرمائے تھے ان کی صحبت نے کندن بنا دیا تھا۔ مدتوں گنگوہ شریف رہنا ہوا پھر حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ، حضرت اقدس شاہ عبد الرحیم رائے پوریؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کی صحبتوں نے کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ ایک اللہ کے بندے نے اللہ کی مخلوق کی اصلاح، ہمدردی اور غمگساری کے لیے یہ کام شروع کیا۔ دیکھیں بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ آج لاکھوں اللہ کے بندے اپنے خرچ پر دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں جا رہے ہیں اللہ کا نام سیکھ رہے ہیں، سکھا رہے ہیں، لوگ ان پر زیادتیاں کرتے ہیں یہ دعائیں دیتے ہیں۔ اصل میں یہی تو دین ہے اور اسی میں آخرت کی نعمتوں کے حصول کا راز مضمر ہے۔

یہ حضرات ہمارے محسن ہیں انہوں نے ایک انتہائی اہم کام جسے دنیا بھول رہی ہے، یاد دلایا، محنت کی عادت ڈالی۔ اس راستہ کی تکالیف برداشت کرنے کا حوصلہ دلایا۔ ان کے خلوص، دینداری اور جذبات عشق نے جو آگ بھڑکائی اور جو قندیل روشن کی آج وہ ساری دنیا کو روشن کر رہی ہے اپنے ان محسنوں کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کیونکہ محسن کا شکریہ ادا کرنا لازمی ہے۔ حدیث میں ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ رب العزت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔

ہم اس مبارک جگہ، مبارک کام، ذکر الٰہی کے لئے اکٹھے ہیں کہ رب العزت تبلیغ کے راستہ میں محنت کرنے والے احباب کی محنتوں کو ٹھکانے لگائے ہمیں بھی ہمت و توفیق دے اور اس روشنی کو رب العزت ساری دنیا میں پھیلا دے کوشش کریں کہ اور نہ سہی تو دعا کے دن وہاں جا کر اس مبارک مجلس میں شریک ہو سکیں۔

رب العزت ہماری جملہ حاجات پریشانیاں اور مشکلات دور فرما کر دار آخرت کی حقیقی خوشی نصیب فرمائے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین !

بقیہ : باتیں ان کی ....

ہو گا اور جس شخص نے یہ کلمے رات کو کہے ایسے حال میں کہ وہ ان کلموں پر یقین کرنے والا تھا پھر وہ صبح ہونے سے پہلے مر گیا تو وہ بہشتیوں میں سے ہو گا۔

(رواہ البخاری)

۲ : ترجمہ : انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سب انسان (انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں) خطاکار ہیں۔ اور اچھے خطاکار وہ ہیں جو (گناہ کے بعد توبہ) کرنے والے ہیں

ترقی کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ

فرشتوں کی طرح انسان بھی استغفار کو اپنا وظیفہ بنائے اور رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی استغفار کو روزمرہ کا وظیفہ بنانے کی تعلیم دے رہے ہیں۔ گویا کہ آپؐ یہ چاہتے ہیں کہ آپؐ کی امت کا ہر فرد ترقی کر کے ملائکہ عظام کی صفات سے متصف ہو جائے۔

فرشتوں کی طرح دوسروں کے لئے دعاء مغفرت

برادرانِ اسلام ! آپ کو یاد ہو گا کہ عام طور پر مسلمان نماز کے ہر آخری قعدہ میں یہ دعا پڑھتے ہیں :۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ .... یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

ترجمہ : اے میرے ربّ ! مجھے ہمیشہ نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ اے ہمارے رب ! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔ اور سب مومنوں کو بخش دے۔ جس دن حساب ہو گا (یعنی قیامت کے دن)

برادرانِ اسلام ! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہر مسلمان کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ اپنے بھائیوں کے لئے دعاء مغفرت کرے۔ یہی صفت ملائکہ عظام میں تھی۔

دُعا

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ تمام مسلمانوں کو صحیح معنی میں ترقی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبۂ جمعہ

ضبط وترتیب : علوی

انبیاء علیہم السلام ——— ربِّ کعبہ کے حضور

(۱)

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :—

ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔

محترم حضرات ومعزز خواتین! دعا حضور علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق عبادت کا مغز ہے۔ پچھلی صحبت میں اس سلسلہ میں کچھ گذارشات پیش ہو چکی ہیں۔ آج قرآن کے حوالہ سے بعض نبوی دعائیں عرض ہیں جن سے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ مصیبت و بے چارگی کے وقت اللہ تعالیٰ ہی کو پکارا جاتا ہے اور وہی ذات مصیبت و پریشانی کو ٹالنے والی ہے۔ سورۂ نمل کی آیت ۶۲ پر غور کریں ——— اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :۔

"بھلا کون ہے جو بے قرار کی پکار کو پہنچتا ہے اور تکلیف و مصیبت کو دُور کرتا ہے۔ جب وہ بے قرار اس کو پکارتا ہے"

واقعہ یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ ہی کی پاک ذات ہے جو بندے کی بے چارگی کے لئے چارہ ساز ہے۔ جو دکھوں کو سُکھ سے، مصائب کو آرام و سکون سے اور بیماری و بے قراری کو صحت و قرار سے بدلتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی بات ہو چکی کہ ان سے ایک خطا سرزد ہوئی جس میں ان کی نیّت و ارادہ کا کوئی دخل نہ تھا بس چوک ہو گئی لیکن پھر عتاب ہُوا تو انہوں نے حضرت حق کو پکارا جس پر معافی ہو گئی۔

نوح علیہ السلام

نوح علیہ السلام عظیم المرتبت نبی ہیں ساڑھے نو سو برس کی دعوت و تبلیغ ان کا ریکارڈ ہے انہیں جو اذیتیں قوم کی طرف سے دی گئیں ان کا جا بجا تذکرہ ہے نوح علیہ السلام کی فریاد و مناجات کا بھی کئی جگہ ذکر ہے۔ ایک مقام ملاحظہ فرمائیں۔ سورۂ شعراء میں ہے کہ :۔

"انہوں نے عرض کی ! اے میرے پروردگار! میری قوم میری تکذیب کر رہی ہے سو اب تو میرے اور ان کے مابین ایک فیصلہ کر دے اور مجھ کو اور ان ایمان والوں کو جو میرے ساتھ ہیں نجات دے دے"

(الشعراء ۱۱۷-۱۱۸)

اللہ رب العزت نے اپنے بندے کی فریاد سنی اور ارشاد فرمایا۔

"چنانچہ ہم نے نوح کو اور اس کے ساتھیوں کو بچا لیا جو ایک ایسی کشتی میں سوار

تھے جو سوار ہونے والوں سے پُر تھی۔ پھر ہم نے ان کو بچا لینے کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا"۔

(۱۱۹-۱۲۰)

وہ کشتی اللہ تبارک و تعالےٰ نے نوح علیہ السلام سے اپنی نگرانی میں بنوائی تھی ——— سورۂ ہود میں ہے :۔

"اور ایک کشتی ہماری حفاظت میں اور ہمارے حکم سے تیار کرے۔" (آیت ۳۷)

اور قرآن نے بتایا ہے کہ نوح علیہ السلام نے کشتی کی تیاری کا کام شروع کیا تو سرداران قوم وہاں سے گذرتے تو مذاق اڑاتے، تمسخر کرتے اور ٹھٹھا کرتے۔ ان کے تمسخر کے جواب میں آپ فرماتے۔

"اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم بھی تم پر ایک دن ہنسیں گے جس طرح تم ہم پر ہنس رہے ہو۔" (آیت ۳۸)

چنانچہ خوفناک طوفان و سیلاب آیا جس میں تنور تک سے پانی ابلنے لگا (آیت ۴۰) نوح علیہ السلام اور ان کے رفقاء اللہ تعالےٰ کے حکم سے کشتی میں سوار ہو گئے نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو سمجھایا وہ نہ مانا اور کہنے لگا کہ پہاڑ کی پناہ مجھے بچا لے گی لیکن آپ نے کہا :۔

"آج اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی نہیں مگر ہاں وہ بچ سکتا ہے جس پر اللہ ہی رحم کرے۔" (آیت ۴۳)

دیکھتے دیکھتے آنکھوں بیڑا غرق ہو گیا۔ کشتی راستہ طے کر کے جودی پہاڑ پر جا رکی ——— جہاں ارشاد ہُوا۔ "کافر لوگ رحمت سے دور ہوں۔"

وہ بے چارگی جس کا اظہار آپ نے کیا تھا اس کا اللہ تعالےٰ نے یوں انتظام فرمایا کہ آپ اور آپ کے غریب مگر مخلص رفقاء اس بلاء ناگہانی سے بچ گئے اور کفار و مشرکین اور ان کے تمام وسائل تباہ ہو گئے ——— سچ ہے کہ اللہ ہر پکارنے والی پکار کو سنتا ہے۔ پکار کی مستحق وہی ذات ہے۔ جو اسے پکارتا ہے وہ ضرور فریاد رسی کرتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام

انبیاء علیہم السلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام بڑا اہم ہے۔ قرآن میں ان کا جا بجا ذکر ہے۔ اس مؤحد اعظم اور جدالانبیاء بزرگ کو بڑی تکالیف سے دوچار ہونا پڑا لیکن اس نے جب بھی پکارا اللہ تعالےٰ ہی کو پکارا ——— سورۂ شعراء میں ایک مقام ملاحظہ فرمائیں :۔

"یہ سب معبود جن کو تم پوجتے ہو، اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی پوجتے رہے ہیں۔ یہ سب میرے دشمن ہیں بس رب العالمین میرا دوست ہے۔ جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی ہر کام میں رہنمائی فرماتا ہے اور وہ جو مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار پڑ جاتا ہوں تو وہی مجھ کو اچھا کرتا ہے اور وہ جو مجھ کو موت دے گا۔ پھر اس کے بعد مجھ کو زندہ کرے گا۔ اور وہ جس سے میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن میری کوتاہیوں کو درگذر فرما دیگا۔ اے میرے پروردگار! مجھ کو صحیح فہم عطا فرما اور مجھ کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما۔ اور آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ اور مجھ کو جنت نعیم کے وارثوں میں سے کر دے اور میرے باپ کو معاف کر دے کیونکہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔ اور مجھے اس دن رسوا نہ کیجیو۔ جس دن سب زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اس دن نہ مال نفع دے گا اور نہ بیٹے کام آئیں گے۔ مگر ہاں وہ شخص نفع میں رہے گا جو

اللہ کے پاس صحیح سالم دل لے کر حاضر ہوگا۔"

(۷۶ تا ۸۹)

دیکھیں اللہ تعالےٰ کا نبی کس طرح کافروں کو دو ٹوک بات کہتا ہے کہ یہاں تمہارے معبود تمہیں سلامت، لیکن وہ میرے دشمن ہیں۔ دوسری جگہ انہیں بھی کہا کہ اللہ سے ڈرو جو اپنی حفاظت نہیں کر سکتے وہ تمہارے کس کام آئیں گے۔ پھر اللہ تعالےٰ کا اس طرح تعارف کرایا کہ زندگی، معاملات میں رہنمائی، کھلانا، پلانا، صحت، بیماری، موت، حیات سب اس کے قبضہ میں ہے اور اسی سے میں مغفرت کی امید و طمع رکھتا ہوں —— کس دن؟ جو انصاف و جزا اور بدلے کا دن ہے۔

اس کے بعد دعا و مناجات ہے اور اس جملہ پر غور کریں۔ کس احسان سے عرض کر رہے ہیں کہ:

"اے اللہ! جس دن ساری دنیا زندہ کر کے اٹھائی جائے گی اس دن مجھے رسوا نہ کرنا۔"

آخر کہ ساری دنیا وہاں موجود ہوگی۔ سب کے اعمالنامے کھلیں گے جن میں ہر چھوٹے بڑے عمل کا اندراج ہوگا۔ حقوق اللہ کا سوال ہوگا، حقوق العباد کی پوچھ ہوگی لوگوں کے فیصلے لوگوں کے سامنے ہوں گے جو ناکام ہوگا وہ کتنا رسوا ہوگا؟ اے اللہ! مجھے بچانا میری رسوائی کا سامان نہ کرنا۔ یہ اس کی فریاد ہے جو خلیل ہے جسے خلعت خلّت عطا فرمائی گئی۔ جسے کعبہ کا مؤسس بنایا گیا۔ حج و قربانی جیسے اعمال میں جس کی بے قراریوں کو سمو دیا گیا جس کی دعا پر کعبہ کو امن کی جگہ بنایا گیا اور جس کی دعا کا مظہر محمد رسول اللہ بنائے گئے —— وہ فریاد کر رہا ہے کہ مجھے رسوا نہ کرنا، بچانا، مال اولاد تو وہاں کچھ کام نہ دیگا قلب سلیم جس میں تیری یاد ہوگی، جس میں تیرا احساس ہوگا، جو تیرے ذکر سے معمور ہوگا۔ بس وہی بچے گا۔ اس میں بین السطور ایک فریاد ہے کہ اے اللہ! میرے دل کو بس اپنی یاد سے، ذکر سے، فکر سے معمور فرما دے کہ یہی رسوائیوں سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

سورہ صافات میں ہے کہ جب اس نے اولاد مانگنا چاہی تو تو بھی اسی سے فریاد کی۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ

اے اللہ! مجھے سعادت مند فرزند بخش۔

نقد جواب ہے فبشرناہُ بغلامٍ حلیمٍ کہ ہم نے اسے ایک حلیم الطبع لڑکے کی خوشخبری و بشارت دی۔

قصہ مختصر یہ کہ دعا و مناجات طریق انبیا اور ان کی سنت ہے لیکن اس کا محل صرف ذات باری ہے اسی سے مانگا جائے اور اسی سے التماس و فریاد کی جائے جب آدمی اسی کے دروازے پر پڑ جاتا ہے تو نامراد نہیں رہتا۔ رب العزت اپنے دروازے کی چاکری نصیب فرما دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

نے فرمایا کہ اس سے حیا کا حق اس طرح ادا ہوتا ہے کہ سر اور اس میں جو افکار خیال ہیں ان کی نگہداشت کرو۔ پیٹ اور اس میں جو بھرا ہے اس کی نگرانی کرو (یعنی دماغ کی برے خیالات اور پیٹ کی ناجائز و حرام غذا سے حفاظت کرو) اور موت کے بعد قبر میں جو تمہاری حالت ہوتی ہے اس کو یاد رکھو۔ جس نے یہ سب کچھ کر لیا سمجھو کہ اس نے اللہ تعالےٰ کا حق ادا کر لیا۔

رب العزت صحیح معنوں میں حیادار بنائے۔ (آمین)

اصلاح الدین ڈیروی
رفیقِ نادیۃ الادب دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

سیّد احمد شہید رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

ایک جامع کمالات شخصیّت

امراء اور بادشاہوں کا ذکر کرتے کرتے جب تاریخ تھک جاتی ہے۔ تو کبھی ازراہِ تفریح ان غریبوں کی طرف بھی متوجہ ہو جاتی ہے۔ جن کے متعلق لکھنے سے عام حالات میں وہ گریز کرتی چلی آئی ہے۔ مگر اسی طبقہ سے کبھی کبھی ایسے بلند ہمت اور عظیم مصلحین بھی ابھرے ہیں۔ جنہوں نے تاریخ کو ان کے قدم چومنے پر مجبور کر دیا۔ انہی مصلحین میں سید احمد شہیدؒ کا نام بھی آتا ہے۔ جنہوں نے عزم و استقلال، استقامت اور جفاکشی کا ایسا مظاہرہ کیا کہ دنیائے کفر کے مضبوط ایوانوں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ آپ نے جس تحریک کو تشکیل دیا۔ وہ تیرھویں صدی کی سب سے عظیم دینی دعوت اور انقلابی تحریک تھی۔

مسلمانوں کی تاریخ میں ایسے افراد کا ذکر کثرت سے ملے گا بلکہ ہر قوم میں ایسے افراد ضرور ہوتے ہیں۔ جو انفرادی عزت و سربلندی کے لئے یا قوم و ملک کی سرفرازی کے لئے عظیم قربانیاں دیتے آئے ہیں۔ ان کی کوششوں اور قربانیوں نے تاریخ کو اپنی طرف متوجہ کر دیا۔ لیکن سید احمد شہیدؒ کا شمار ان لوگوں میں نہیں۔ آپ نے فرد، قوم، وطن بلکہ مسلمان ملّت کے نام سے بھی ہٹ کر صرف اسلام کے مذہبی، روحانی، اخلاقی اور سیاسی نظام کے قیام کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ آپ نے دینِ حق کی سربلندی اور ایک صالح معاشرہ اور اسلامی حکومت کے قیام میں سر دے کر سنتِ حسینی کو زندہ کیا۔ اپنے دور کی عظیم طاقت (Super Power) سے ٹکر لی۔ باطل قوتوں نے لالچ، تخویف اور تخذیر غرض تمام حربے آزمائے مگر آپ کی زندگی میں آپ کے مشن کو کسی طریقہ سے نہ دبا سکے۔

سید صاحب کی خصوصیات میں سے ایک بات یہ بھی ہے۔ کہ صحابہ اور تابعین کے دور کے بعد آج تک کوئی رہنما اور لیڈر بھی اپنے متبعین میں وہ خلوص، قربانی، ایثار اور ایمانی قوت پیدا نہ کر سکا۔ جو سید صاحبؒ کے متبعین میں تھا۔ آپ کی قیادت نے اسلامی تصورِ امامت کا صحیح نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔

سید احمد شہیدؒ ۶ صفر ۱۲۰۱ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء رائے بریلی میں پیدا ہوئے آپ حسنی سادات کے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی ولادت سے تقریباً چھ صدی قبل اس خاندان کے حضرت سید قطب الدین محمد الحسنیؒ ہندوستان میں وارد ہوئے۔ اُس وقت سے لے کر آج تک اس خاندان نے ہندوستان میں رشد و ہدایت اور علم کی شمع کو بجھنے نہ دیا۔ سید صاحبؒ نے بھی اسلاف کی روایات کو حیات نو بخشی، لیکن خاندانی روایات سے ہٹ کر آپ نے ایک اور راستہ بھی اختیار کیا۔ جس نے اس خاندان کی تاریخ میں ایک مستقل باب کی صورت اختیار کر لی اور وہ تھا باطل کے خلاف مسلح کوشش اور جہاد کا راستہ۔

آپ درسی کتب کو مکمل نہ پڑھ سکے۔ ابتدائی عمر میں بزرگوں نے آپ کو مکتب میں بٹھایا۔ مگر اساتذہ کی سخت تاکید اور کوششوں کے باوجود آپ کو قرآن مجید

کی صرف چند سورتیں یاد ہو سکیں۔ اور انہی ایام میں کچھ لکھنا بھی سیکھ لیا۔ دہلی کے پہلے سفر میں آپ کو مولانا شاہ عبدالقادرؒ کی مجلس نصیب ہوئی۔ تو سید صاحبؒ نے مولانا موصوف سے چند کتابیں شروع کیں۔ چند دن تو تعلیم حسبِ معمول جاری رہی لیکن ایک روز عجیب واقعہ یہ پیش آیا کہ آپ کتاب دیکھتے ہیں تو سامنے سے حروف غائب ہو جاتے ہیں۔ پہلے تو آپ نے اسے مرض سمجھا مگر یہ اندازہ غلط ثابت ہوا۔ آپ نے اپنے مرشد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ تو شاہ صاحبؒ نے حکم دیا کہ تم پڑھنا چھوڑ دو۔ کیونکہ شاہ صاحب، کی روحانی بصیرت نے یہ بات محسوس کر لی تھی کہ سید صاحب درس وتدریس کی نسبت امامت وقیادت کے زیادہ لائق ہیں۔ لہٰذا اس بار بھی سلسلۂ تعلیم منقطع ہو گیا۔ لیکن پھر بھی حضرت مولانا عبدالقادرؒ کی صحبت میں علماء، محدثین، مفسرین اور فقہاء کی موجودگی کی وجہ صرف تین چار سال میں آپ کو دینی علوم سے بقدر ضرورت کافی واقفیت حاصل ہوئی۔ آپ کی تقاریر اور "صراط مستقیم" میں آپ کے ارشادات اس کی واضح دلیل ہے۔

تعلیم کی نسبت بچپن ہی سے آپ کا طبعی میلان کھیل کود کی طرف زیادہ تھا۔ خصوصاً مردانہ اور سپاہیانہ کھیلوں کے آپ مشتاق کھلاڑی تھے۔ جسمانی ورزش آپ کا روزانہ کا معمول تھا۔ جوانی میں کشتی اور کبڈی پابندی سے کھیلا کرتے تھے۔ پیراکی میں آپ کی مہارت قابلِ ذکر ہے۔ حتیٰ کہ پیراکی کے نامور استادوں سے داد حاصل کی۔ سپہ گری کے فن میں بھی آپ کو کافی دسترس حاصل تھی۔ اور اس سلسلے میں حصول کمال کے لئے آپ ۱۲۳۲ھ میں نواب امیر خان والئ ٹونک کے لشکر سے وابستہ ہو گئے۔ جو اس وقت ہندوستان کی بہت بڑی طاقت تھی۔ اور جب تک امیر خان نے انگریزوں سے صلح نہ کر لی تھی آپ بھی اس محبوب مشغلہ میں لگے رہے۔ جوانی کی سرحد میں قدم رکھتے ہوئے ہر انسان کی طرح آپ کو بھی تحصیل معاش کی ذمہ داری کا احساس ہوا۔ چنانچہ اس سلسلے میں کچھ ساتھیوں کے ہمراہ لکھنؤ چلے گئے۔ مگر اس سفر کا نتیجہ دنیا سے بے رغبتی اور تلاش روزگار سے بے دلی کی صورت میں نکلا۔ اور بہت جلد ہی آپ رشد وہدایت کی تلاش میں لکھنؤ سے دہلی کو روانہ ہوئے۔ پاپیادہ اور زاد و توشہ کے بغیر مگر توکل علی اللہ کی دولت سے مالامال تھے۔ راستہ میں ایک بوڑھے کو ایک گھڑا اٹھائے ہوئے دیکھا۔ پیچھے ایک سپاہی چلا جا رہا تھا۔ آپ نے سپاہی سے کہا کہ کیوں بوڑھے کو بیگار میں لیا ہے۔ سپاہی نے کہا کہ بیگار کے طور پر نہیں بلکہ مزدوری دے کر کام لے رہا ہوں۔ آپ نے بوڑھے سے تصدیق چاہی۔ اور جب بوڑھے نے تصدیق کی تو بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ سپاہی سے کہا کہ وہ بوڑھے کو اپنی مزدوری دے دے اور اُس کا کام آپ کے ذمے لگائے سپاہی راضی ہوا۔ اور بوڑھا آدمی خوشی خوشی رخصت ہوا۔ خود آپؒ فاقہ کشی کی حالت میں دہلی روانہ ہوئے۔

دہلی پہنچ کر شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جب شاہ صاحبؒ کو آپ کے حسب ونسب کا پتہ چلا۔ تو بہت محبت کے ساتھ آپ سے ملے۔ اور آپ کو ترجمانِ قرآن مولانا شاہ عبدالقادرؒ کے ہاں بھیج کر تاکید فرمائی کہ سید صاحبؒ کی خدمت واعزاز میں کوتاہی نہ ہونے دیں۔ چند دن بعد شاہ عبدالعزیزؒ سے بیعت کی۔ بیعت کے بعد آپ باطنی ترقیوں کے منازل طے کرتے گئے اور خلاف شرع امور سے بعید تر ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ خود شاہ صاحبؒ کے خاندان ہی کے بہت سے افراد اور ان کے بعض جلیل القدر مرید بھی آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ ان حضرات میں مولانا عبدالحیؒ، مولانا اسماعیلؒ، شاہ محمد اسحاقؒ، شاہ محمد یعقوبؒ، اور مولانا محمد یوسفؒ قابل ذکر ہیں۔ آپ کے کمال باطنی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ جہاں بھی گئے لوگ کھچے چلے آئے۔ اور بعض مقامات پر ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے بیعت کی۔ چنانچہ حج کے سفر کے دوران جس گاؤں یا شہر پر بھی گذر ہوا وہاں کے لوگوں نے گرمجوشی سے استقبال کیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر توبہ کر کے بیعت کرنے لگے۔

سید صاحب ایثار، جرأت، توکل، غرباء پروری اور عزم واستقلال کے پیکر تھے۔ رسوم وبدعات کے سخت مخالف تھے۔ اور اس سلسلے میں بسا اوقات سخت گیری سے بھی کام لیتے تھے۔ آپ کے دور میں علی العموم مسلمان فریضۂ جہاد کی طرف سے غافل تھے۔ دینی نظریات کا حامل طبقہ زیادہ تر طریقت کے مروجہ لطائف، مراقبوں اور ریاضت وعبادت ہی کو دین سمجھ بیٹھا تھا۔ اگرچہ آپ نے سلوک کے راستہ میں ان کے مجاہدوں کو برا نہ سمجھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان کو رہبانیت سے نکال کر جہاد کے میدان میں لانے کی کوشش کی۔ آپ اپنے مریدوں میں تندرست وتوانا افراد کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ ہمارے کام کے آدمی ہیں۔ اکثر اوقات خود بھی بندوق اور تلوار سے مسلح رہا کرتے تھے۔ اور مریدوں کو بھی یہی ہدایت فرماتے تھے۔ ان سے جنگی مشقیں اور ورزشیں بھی کرواتے تھے۔

آپ کے دور کے مسلمانوں میں ایک معاشرتی مرض بیوہ کے نکاح ثانی پر پابندی کا تھا۔ معاشرہ میں اسے عار سمجھا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ علماء میں سے بعض نے فتوے دئے کہ اس زمانہ میں بیوہ کے نکاح ثانی کو ممنوع ہونا چاہئے۔ آپ نے اس رسم کی سختی سے مخالفت کی۔ اور اس سلسلے میں جگہ جگہ تقاریر اور وعظ فرمائے۔ سید صاحبؒ کے قول کے مطابق بیوہ کے نکاح ثانی کو قبیح سمجھنا ہندوؤں کے اختلاط کا اثر ہے۔ مگر اس سنت کے احیاء کے لئے اتنا ہی کافی نہ تھا۔ بلکہ معزز گھرانوں کو عملی قدم اٹھا کر اس میں پہل کرنے کی ضرورت بھی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے یہ کام بھی سید صاحبؒ ہی سے لیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے مرحوم بھائی سید محمد اسحاقؒ کی بیوہ سیدہ ولیہ کو نکاح ثانی پر آمادہ کر دیا۔ اور اگرچہ اہلِ خاندان کو اس نکاح پر راضی کرنے میں آپ کو بہت زیادہ محنت کرنی پڑی لیکن اس سے آپ نے سینکڑوں خاندانوں اور ہزاروں زندہ درگور بیواؤں کے لئے زندگی کی راہ ہموار کر دی۔

تیرھویں صدی کا ایک اور بڑا فتنہ حج کی عدم فرضیت کی تحریک کا تھا۔ بہت سے علماء نے بھی ہندوستانیوں پر حج کی عدم فرضیت کے فتوے دئے۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ، مولانا عبدالحیؒ، اور مولانا محمد اسماعیلؒ نے ان فتووں کی پرزور مخالفت کی اور مدلل جوابات لکھے۔ لیکن بایں ہمہ کوتاہ ہمت مسلمانوں کو ایک بہانہ تو مل گیا تھا۔ سید صاحبؒ نے فریضۂ حج کی تجدید کے لئے ایک تحریک شروع کی۔ اور اس فریضہ میں خطوط اور زبانی ترغیب وتبلیغ کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں میں حرمین سے محبت وعقیدت کی آگ کو بھڑکایا۔ خود آپ نے حج کا ارادہ کیا اور روانگی سے قبل ایک تبلیغی دورہ کیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ کثیر تعداد میں لوگ حج کے لئے تیار ہو گئے۔ یہاں تک کہ شوال ۱۲۳۶ھ میں جب آپ سفرِ حج پر نکلے تو آپ کے ہمراہ چار سو سات افراد کا عظیم قافلہ حج پر روانہ ہوا۔ راستہ میں اور لوگ بھی شامل ہوتے گئے اور کلکتے سے مکہ معظمہ کو روانگی کے وقت یہ قافلہ چھ سو ترانوے (۶۹۳) عازمین حج پر مشتمل تھا۔ رخصت کرنے والے جو بندرگاہ پر آئے ہوئے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہ پہلا دن تھا کہ مسلمان اتنی بڑی تعداد میں مکمل ذوق وشوق، جوش وخروش اور عزم وتوکل کے ساتھ سفر حج پر نکلے اور یہی وہ دن تھا جب فتنۂ عدم فرضیت حج سید صاحبؒ کے عزم واستقلال کے سمندر میں حقیر تنکے کی طرح بہہ گیا۔

توحید کے اس متوالے کو جہاں کہیں بدعت وشرک کا شائبہ نظر آیا۔ بلکہ اگر کہیں کوئی بعید مناسبت بھی شرک سے نظر آئی۔ آپ نے فوراً اس سے اجتناب کرنے کی تعلیم دی۔ چنانچہ شغل برزخ (یعنی تصور شیخ جو اکثر سلاسلِ طریقت میں رائج ہے) پر سخت الفاظ میں گرفت فرمائی۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ سے بیعت ہو جانے کے بعد شاہ صاحبؒ نے حسبِ معمول آپ کو بھی شغل برزخ کی تعلیم دی۔ تو آپ نے اس سے اعتذار فرمایا اور فرمایا کہ میرے نزدیک اس میں اور بت پرستی میں کوئی فرق نہیں۔ شاہ صاحبؒ نے یہ سن کر آپ کی پیشانی کو کئی بوسے دئے۔ اور فرمایا "تمہیں طریق ولایت سے مناسبت نہیں لہٰذا ہم تم کو طریق نبوت سے راہ سلوک کرائیں گے"۔ "صراط مستقیم"

(باقی ہے)

ذوالفقار علی بھٹہ

قسط ۲

مولانا ابوالکلام آزاد

تحریکِ خلافت

خلافت کمیٹی ۱۹۱۹ء میں قائم ہوئی اور جن حالات میں اس کا قیام عمل میں آیا اس کی تفصیل یہ ہے:۔

"سلطنت ترکی جب جرمنوں کی طرف سے اتحادیوں کے خلاف جن میں برطانیہ بھی شامل تھا جنگ عظیم میں شریک ہو گئی تو اس وقت کے انگریز وزیر اعظم مسٹر لائیڈ جارج نے اپنی تقریر میں کہا کہ "ترکی کو اس کے دارالخلافہ سے محروم کر دیں یہ لڑائی اس لئے نہیں ہو رہی کہ ہم ایشیائے کوچک کی زرخیز زمین ان سے چھین لیں ہم سلطنت ٹرکی کے قیام و بقا کو اور اس کے دارالخلافہ کو چیلنج نہیں کرتے"۔

۱۹۱۸ء میں ترکوں کو شکست ہو گئی۔ تو انگریزوں نے فوراً موصل پر پیشقدمی شروع کر دی اور قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ اس سے دنیائے اسلام میں ہلچل مچ گئی اور اس کے اثرات ہندوستان میں بھی پہنچے جگہ جگہ جلسے ہونے لگے۔ ان میں سے آخری جلسہ دہلی میں منعقد ہوا اور خلافت کمیٹی کا قیام عمل میں آیا۔

کراچی کا مقدمہ: ۱۹۲۱ء میں علی برادران اور اُن کے ساتھ بعض دوسرے لیڈروں پر کراچی میں مقدمہ چلایا گیا جن میں اہم ترین مولانا السید حسین احمد مدنی تھے۔ ان ملزموں پر الزام یہ تھا کہ انہوں نے سرکاری فوج اور پولیس کو جادۂ وفاداری سے منحرف کرنے کی کوشش کی ہے۔ ملزموں کو یہ الزام تسلیم تھا۔ جو لیڈر گرفتار ہوئے تھے انہوں نے بھی اس جرم کا ارتکاب شروع کیا۔ بمبئی کے ایک اجتماع میں لیڈروں نے اس کے متعلق جو مشہور اعلان شائع کیا وہ حکومت کے لئے ایک کھلا چیلنج تھا۔

اعلانِ بغاوت اور عدالت

مولانا ابوالکلام آزاد کو چار سال کی نظر بندی سے رہا ہونے کے کچھ عرصہ بعد، بغاوت کے جرم میں، انگریزی حکومت گرفتار کر لیتی ہے، اور ایک انگریز جج کی عدالت میں سزا دِلانے کے لئے پیش کر دیتی ہے۔

برطانوی حکومت، جس کی حدود میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا، اس حکومت کے خلاف باغیانہ سرگرمیوں کے جُرم میں، ابوالکلام آزاد کو مجرموں کے کٹھرے میں لایا گیا۔

آپ نے فرمایا:

مسٹر مجسٹریٹ!

"مجھ پر بغاوت کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ لیکن مجھے بغاوت کے معنی سمجھ لینے دو ــــ کیا بغاوت آزادی کی اس جدوجہد کو کہتے ہیں جو ابھی کامیاب نہیں ہوئی ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں اقرار کرتا ہوں کہ میں باغی ہوں، لیکن ساتھ ہی یاد دلاتا ہوں کہ اس کا نام قابلِ احترام حب الوطنی بھی ہے۔

"پارنل" نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ ہمارا کام ہمیشہ ابتداء میں بغاوت اور آخر میں حب الوطنی کی مقدس جنگ تسلیم کیا گیا ہے۔

میں مسلمان ہوں، میرا اعتقاد ہے کہ آزاد رہنا ہر فرد اور قوم کا پیدائشی حق ہے۔

پس میں موجودہ گورنمنٹ کو جائز تسلیم نہیں کرتا، اور اپنا مذہبی، انسانی اور ملکی فرض سمجھتا ہوں کہ اس محکومی سے ملک و قوم کو نجات دلاؤں۔ محکومی اور غلامی کے لئے کیسے ہی خوشنما نام کیوں نہ رکھ لئے جائیں۔ لیکن وہ غلامی ہی ہے، اور خدا کی مرضی اور اس کے قانون کے خلاف ہے۔

جن مسلمانوں کے مذہبی فرائض میں

یہ بات داخل ہو کہ موت قبول کر لیں، مگر حق گوئی سے باز نہ آئیں، ان کے لئے دفعہ ۱۲۴ کا مقدمہ یقیناً کوئی بڑی ڈراؤنی چیز نہیں ہو سکتا۔

کیا صرف اس لئے کہ ظلم طاقتور ہے، اور اس کے پاس جیل ہے، اس کا حقدار ہو جاتا ہے کہ اس کا نام بدل دیا جائے۔

زیادہ سے زیادہ سزا جو دی جا سکتی ہے بلا تامل دے دو ــــ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں، نہ صرف اس جرم بغاوت کا مُجرم ہوں، بلکہ میں مسلمانانِ ہند میں پہلا شخص ہوں، جس نے ۱۹۱۲ء میں اپنی قوم کو اس جُرم کی عام دعوت دی۔ مولانا نے اپنا تاریخی بیان ان الفاظ پر ختم کیا!

مسٹر مجسٹریٹ! اب میں اور زیادہ وقت عدالت کا نہ لوں گا، یہ تاریخ کا ایک دلچسپ اور عبرت انگیز باب ہے، جس کی ترتیب میں ہم دونوں یکساں طور پر مشغول ہیں۔

ہمارے حصہ میں یہ مجرموں کا کٹہرا آیا ہے! تمہارے حصہ میں وہ مجسٹریٹ کی کرسی!

آؤ! اس یادگار اور افسانہ بننے والے کام کو جلد ختم کر دیں! ہمیں جلد جلد یہاں آنے دو، اور تم بھی جلد جلد فیصلے لکھتے رہو۔ ابھی کچھ دنوں تک یہ کام جاری رہے گا، یہاں تک کہ ایک دوسری عدالت کا دروازہ کھل جائے۔

یہ خدا کے قانون کی عدالت ہے! وقت اس کا جج ہے، یہ فیصلہ لکھے گا ــــ اور اس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا۔"

ایک اہم کام

مولانا ابوالکلام آزاد کی عظیم تفسیر 'ترجمان القرآن' ابھی تک ۱۸ پاروں میں "سورۃ المومنون" تک شائع ہوئی تھی۔ بقیہ سورتوں کی تفسیر کی اشاعت مولانا آزاد کی بار بار کی قید فرنگ، ملک کی آزادی، تقسیم اور بعد کے سنگین حالات میں مولانا کی زبردست مصروفیات کی وجہ سے، عمل میں نہیں آ سکی۔

اشاعت کے اس طویل التوا کی وجہ سے یہ فرض کر لیا گیا کہ بقیہ سورتوں کی تفسیر حضرت مولانا نے لکھی ہی نہیں حالانکہ ترجمان القرآن جلد اول کے دیباچہ میں صاف طور پر مولانا نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"اور ۲۰ جولائی ۳۰ء کو آخری سورۃ کے ترجمہ و ترتیب سے فارغ ہو گیا"۔

الحمد للہ مولانا کی تفسیر کا یہ باقی حصہ موجود ہے۔ جو نمونہ کے طور پر باقیات ترجمان القرآن کے نام سے شائع ہو چکا ہے (جسے مولانا غلام رسول مہر نے مرتب کیا)

مولانا آزاد اور پاکستان

یہ ٹھیک ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد برصغیر کی تقسیم کے سخت مخالف تھے، یہ بھی درست ہے کہ انہوں نے قائد اعظم مرحوم کے "دو قومی نظریہ" سے شدید اختلاف کیا، یہ بھی صحیح ہے کہ وہ پاکستان نام کی ایک الگ مسلم سٹیٹ کا قیام بھی نہیں چاہتے تھے۔

پاکستانی مسلمانوں کے دلوں میں رہ رہ کر ایک سوال پیدا ہوتا ہے، کہ آخر جب قائد اعظم کے نظریات کے سامنے ہندوستان کے سب سے بڑے لیڈروں اور کانگرس کے سب سے بڑے رہنماؤں نے گھٹنے ٹیک دئے، مسٹر گاندھی، نہرو، راجندر پرشاد، راجگوپال اچاریہ ایسے رہبرانِ ہند نے شکست مان کر ہندوستان کی تقسیم منظور کر لی، تو مولانا کیوں ان باتوں کو نہیں مانتے تھے؟ کیا وہ کوئی انوکھے "ہندوستانی" تھے، کیا وہ سارے ہندوستانیوں سے بڑھ کر "محب وطن" تھے؟ یہ سوال بظاہر بہت پیچیدہ اور ٹیڑھا نظر آئے گا اور اسی سوال پر مولانا آزاد کو پاکستان میں اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا رہا۔ تو اس سوال کا جواب ان الفاظ میں ملے گا۔

مولانا ابوالکلام آزاد ہندوستان میں اُسی قسم کا طرزِ حکومت چاہتے تھے جس قسم کا طرزِ حکومت خلفائے راشدین نے اختیار فرمایا تھا۔ یعنی ان کا منشا یہ تھا کہ مسلمان کامل آزادی حاصل کرنے بعد اس ملک میں قرآن و سنت کا آئین نافذ کریں، جیسا کہ خلفائے اسلام کے زریں عہدوں میں ہوتا رہا ہے۔

مولانا اپنے اسی سہانے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور اسی بات پر لگاتے رہے کہ مسلمانِ ہند خواب غفلت سے بیدار ہو کر متحد ہو جائیں اور انگریز کو ملک سے نکال کر اپنی کھوئی ہوئی حکومت پر قبضہ کر لیں۔

اعلانِ حقیقت

ہندوستان میں اسلامی خلافت کے قیام اور برطانوی حکومت کے ساتھ جہاد حریت کے متعلق مولانا نے اپنی تقریر میں کہا:

ا۔ ہم نے ایمان کا اعلان کیا ہے، خدا پرستی کا دعویٰ کیا ہے، ہم نے قربانی و جانبازی کا ہزاروں لاکھوں مرتبہ نام لیا ہے، ہم نے حق پرستی کے عہد کیے ہیں۔ ہم نے حق سے منہ موڑنے اور خدا کو پیٹھ دکھانے پر لعنتیں بھیجیں۔ ہم ہی جو تکلیفوں اور مشکلوں سے گھبرا گئے، جو وقت پر اپنے دعووں میں پورے نہ اُترے یہ سب کچھ ہم نے اپنی مرضی اور طلب سے کیا، خدا اور اُس کے فرشتے ہماری زبانوں اور ہمارے دلوں پر گواہ ہیں، پھر اگر آج آزمائش کی گھڑی آگئی ہے، اور وہ منزل سامنے ہے جس کے لئے اس قدر دعوے کر چکے ہیں، تو کیا ہم عین وقت پر اپنے تمام دعوے بھلا دیں گے؟ اور ان قربانیوں کو واپس لے لیں گے؟ کیا ہمارا دعویٰ دھوکہ ثابت ہوگا؟ کیا ہم نے جو کچھ کہا، وہ جھوٹ تھا؟ اور ہم نے اپنے ایمان اور حق کے لئے جو کچھ سمجھا وہ دھوکہ تھا۔" (الجمعیۃ)

چنانچہ اس سلسلے میں مولانا کے اپنے الفاظ سن لیجئے ایک موقعہ پر اعلان فرمایا:

"ہندوستان کی مکمل آزادی نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ مسلمانانِ عالم کے مفاد کے لئے ضروری ہے۔"

(الجمعیۃ بمضمون مسٹر ہمایون کبیر مرکزی وزیر حکومت ہند)

۲۔ میں مسلمان ہوں، اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان ہوں اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثہ میں آئی ہیں۔ میں تیار نہیں کہ اس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔

اسلام کی تاریخ ـــــ اسلام کی تعلیم ـــــ اسلام کے علوم و فنون ـــــ اسلام کی تہذیب، میری دولت کا سرمایہ ہے۔ اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں۔

بحیثیت مسلمان ہونے کے، میں مذہبی اور کلچرل دائرے میں اپنی خاص ہستی رکھتا ہوں، اور میں برداشت نہیں کر سکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے۔

لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ، میں ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں، جسے میری زندگی کی حقیقتوں نے پیدا کیا ہے اسلام کی رُوح مجھے اس سے نہیں روکتی، وہ اس راہ میں میری رہنمائی کرتی ہے۔ میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہُوں کہ میں ہندوستانی ہوں۔

ہم اپنے ساتھ ذخیرہ لائے تھے، اور یہ سرزمین بھی اپنے ذخیروں سے مالا مال تھی۔ ہم نے اپنی دولت اس کے حوالے کر دی اور اس نے اپنے خزانوں کے دروازے ہم پر کھول دئے۔ ہم نے اسے اسلام کے ذخیرے کی وہ سب سے زیادہ قیمتی چیز دی ہے، جس کی اسے سب سے زیادہ احتیاج تھی۔

ہم نے اسے جمہوریت اور انسانی مساوات کا پیام پہنچا دیا۔ تاریخ کی پوری گیارہ صدیاں اس واقعہ پر گذر چکی ہیں۔ اب اسلام بھی اس سرزمین پر ویسا ہی دعویٰ رکھتا ہے جیسا دعویٰ ہندو مذہب کا رہا ہے۔

(خطبہ صدارت اجلاس کانگرس رام گڑھ ۱۹۴۰ء)

۳۔ لاہور کے مشہور صحافی میاں محمد شفیع صاحب ۱۶ نومبر ۱۹۷۶ء کے نوائے وقت میں لکھتے ہیں:

شیخ محمد اشرف صاحب لاہور کی ایک معروف شخصیت تھے برصغیر میں کتابیں چھاپنے کے میدان میں ہندوؤں کے مقابلہ میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے انہوں نے فرمایا۔

کہ یہ اس صدی کے چوتھے عشرے کے آخری مہینے تھے جب کانگریس کے مقابلہ میں مسلم لیگ کی طاقت ـــــ زوروں پر تھی میں پکا کانگریسی تھا۔ مولانا کو نہ صرف مذہبی طور پر بلکہ سیاسی طور پر بھی دل سے اپنا پیشوا تسلیم کرتا تھا مولانا آزاد ان دنوں انڈین نیشنل کانگرس کے صدر تھے۔ مجھے قدرتی طور پر مسلم لیگ کی اس بڑھتی ہوئی مقبولیت پر پریشانی تھی۔ مجھے معلوم ہوا کہ مولانا دہلی سے پشاور تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر مولانا سے لاہور ریلوے اسٹیشن پر ملاقات کا پروگرام بنایا جس روز مولانا کی ٹرین دہلی سے لاہور پہنچنے والی تھی میں اپنے ہم خیال دوستوں مولانا خدا بخش اور خواجہ عبدالوحید صاحب کو ساتھ لے کر ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گیا۔ مولانا سے ملاقات کرنے والوں کا بڑا ازدہام پایا۔ اس لئے ہم تینوں نے ریلوے ٹکٹ خرید لئے تاکہ مولانا کے ساتھ ٹرین میں سوار ہو جائیں اور جب موقع پائیں مولانا کے ساتھ مسلم لیگ کا مقابلہ کرنے کے مسئلہ پر تبادلۂ خیال کریں۔ یہ موقع ہمیں وزیر آباد گزر جانے کے بعد ملا جب میں نے مولانا سے عرض کیا پنجاب میں مسلم لیگ کا زور دن بدن بڑھتا جا رہا ہے اس سے نیشنلسٹ مسلمانوں کے کام کرنے کے راستوں میں بے شمار دقتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ جب تک مسلم لیگ کے اس بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو ختم کرنے کے لئے مؤثر تدابیر اختیار نہیں کی جائیں گی، پنجاب میں کانگریس اور اس کے ہمنواؤں کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں رہے گا۔

مولانا نے ہماری باتیں بڑے سکون اور اطمینان سے سننے کے بعد فرمایا بھائی! مسلم لیگ کو کمزور کرنا دانشمندی کی بات نہیں بلکہ یاد رکھو جب تک مسلم لیگ طاقت نہیں پکڑے گی اس وقت تک ہندوؤں اور مسلمانوں میں سیاسی مفاہمت کا راستہ ہموار نہیں ہو سکتا۔ مسلم لیگ کو مضبوط ہونے دو تاکہ مسلمانوں کی طرف سے کوئی جماعت مضبوطی کے ساتھ کانگریس سے بات کر سکے۔

مولانا کے ارشادات سن کر ہم پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ ہم تو اس اُمید پر بات کرنے گئے تھے کہ وہ مسلم لیگ کے صدر کو جلی کٹی سنا کر پنجاب میں مسلم لیگ سے لڑنے اور کانگریس کو مضبوط بنانے کے لئے کوئی مؤثر منصوبے بنائیں گے لیکن مولانا نے مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کی ضرورت پر وعظ فرما کر اُلٹی گنگا بہا دی۔

۴۔ میاں محمد شفیع صاحب اس واقعہ کے بعد فرماتے ہیں کہ مرحوم مولانا آزاد قیام پاکستان کے بعد بھی اپنے ملنے والے پاکستانی مسلمانوں کو یہی مشورہ دیا کرتے تھے کہ اب پاکستان بن گیا ہے۔ اسے مضبوط بناؤ یہی ہماری بھی حفاظت کا ضامن ہوگا۔

اب ایک واقعہ سپرد قلم ہے جس سے مولانا آزاد کا احساسِ ملی اور تعلقِ قومی صاف طور پر نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ قائد اعظم کے ایک معتمد اور مسلم لیگ کے صف اوّل کے بزرگ پروفیسر غلام عباس جن کا تعلق دیال سنگھ کالج لاہور سے تھا۔ اور رہائش لاہور کے ماڈل ٹاؤن میں تھی۔ انہوں نے فرمایا۔

مجھے یاد ہے کہ جس رات مسلم لیگ کی ہائی کمان کا اجلاس قائد اعظم کی صدارت میں دہلی میں اس مقصد کے لئے بلایا گیا تھا کہ پنجاب اور بنگال پورا نہ ملنے کی صورت میں پاکستان کا قیام منظور کیا جائے یا نہیں۔ اس وقت میں قائد اعظم کے قریب ہی تھا ابھی تقاریر جاری تھیں کہ مولانا آزاد کا ایک معتمد نمائندہ قائد اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا اور رازدارانہ انداز میں قائد اعظم کو مولانا کا ایک پیغام دیا جس کا لب لباب یہ تھا کہ اگر مسلم لیگ، آج رات اس فیصلے کو ملتوی کر دے تو میں بڑی حد تک اُمید دلاتا ہوں کہ کل صبح پاکستان کو پورا پنجاب اور پورا بنگال مل جائے گا۔

پروفیسر صاحب نے افسوس کے ساتھ کہا:۔

یقیناً یہ ایک سنہری موقع تھا کیونکہ مولانا کی شخصیت سے کانگریس کا باشعور طبقہ خوب واقف تھا لیکن قائد اعظم نہ جانے کن مصالح کی بنا پر اس پیش کش کو نظر انداز اور موجودہ پنجاب و بنگال کی حدود پر مشتمل مملکت کا قیام منظور کر لیا۔

۵۔ سرگودھا کے ولی محمد ۱۰ راپریل ۱۹۷۹ء کے نوائے وقت میں اس داستان پارینہ سے یوں پردہ اُٹھاتے ہیں۔

"اعلان آزادی ۳ رجون ۱۹۴۷ء کے بعد مولانا آزاد شملہ میں قیام فرما تھے۔ ۲۴ رجولائی کو شملہ کے پچیس ۲۵ تیس ۳۰ مسلمان شہریوں کا ایک وفد جس میں مَیں بھی شامل تھا۔ مولانا سے ملاقاتی ہوا۔ مولانا نے گفتگو کا آغاز بعد علیک سلیک کے یوں کیا" الحمد للہ ملک، پاکستان اور ہندوستان دو مملکتوں کے طور پر آزاد ہو گیا اب ہمارے سیاسی نظریات کے اختلاف بھی ختم ہو گئے۔ اپنے اپنے نظریہ میں ہم پُرخلوص تھے قوم نے ایک نظریہ قبول کر لیا اور ایک رد کر دیا۔ میں صدق دل سے قوم کے اس فیصلے کو قبول کرتا ہوں۔ میری تمنا اور دلی دعا ہے کہ اسلام کے

نام پر حاصل کیا ہوا پاکستان مستحکم و مضبوط ہو اور ترقی کرے۔ خدانخواستہ اب اگر پاکستان میں کسی قسم کی خرابی پیدا ہوئی تو بدنام اسلام ہوگا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ پاکستان اسلامی مملکت بنے"۔

سرکاری ملازمین میں بڑے عہدوں پر مامور بعض افسر اپنی خدمات پاکستان کے سپرد کرنے پر تیار نہ تھے۔ بلکہ بعض نے ہندوستان لکھا دیا تھا۔ لیکن کلرک، چپڑاسی بے چارے پاکستان لکھوا رہے تھے۔ مولانا کو علم ہوا تو فرمایا:

"میرے بھائی! پاکستان میں کلرکوں، چپڑاسیوں کی کمی نہیں پنجاب یونیورسٹی نے دس ہزار میٹرک پاس کلرک پیدا کر دیئے ہیں۔ ضرورت ان لوگوں کی ہے جو صاحب ہنر ہوں۔ جو نظام حکومت کو بہتر طور پر چلا سکیں۔ منصوبہ بندی کے ماہر ہوں۔ ہر ایک شخص کو کسی قسم کے بھی فن کا ماہر ہو جس سے پاکستان شاہراہ ترقی پر چل سکے اپنا نام پاکستان کی خدمت کے لئے لکھانا چاہیئے"۔

۶۔ چنانچہ جناب اکرم فخر صاحب مدیر "الہلال" راولپنڈی کا ایک مضمون بعنوان "مولانا آزاد اور پاکستان" جو ۷۹ء میں شائع ہوا تھا درج ذیل ہے۔

۱۹۴۷ء میں پاکستان کا مطالبہ تسلیم ہو جانے کے بعد حکومت ہند کے مسلمان ملازموں سے پوچھا گیا کہ بھارت کی ملازمت کرنا چاہتے ہیں یا پاکستان کی۔ مولانا آزاد ان دنوں ہندوستان کے وزیر تعلیم تھے اور شملہ میں قیام پذیر تھے۔ ان کی وزارت کے بعض دفاتر بھی شملہ ہی میں تھے میں بھی ان دنوں جی۔ ایچ۔ کیو کے بورڈ آف ایگزامینرز کے مترجم کی حیثیت سے شملے میں مقیم تھا۔

ہندوستان کی وزارتِ تعلیم کے بعض مسلمان (جن میں ڈاکٹر حسین رائپوری کا نام نمایاں تھا) بھارت کی ملازمت اختیار کرنا چاہتے تھے۔ جب مولانا کے علم میں یہ بات آئی تو انہوں نے ان مسلمان افسروں کو یہ بلا کر کہا:

"ہم پاکستان کے مطالبہ کے مخالف تھے لیکن اب جبکہ مسلمانوں نے اپنے لئے یہ گوشہ منتخب کر لیا ہے تو یہ گوشہ مضبوط ہونا چاہئے۔ آپ پاکستان جائیں آپ کی وہاں ضرورت ہے اس کی خدمت کیجئے۔ اور اس گوشہ کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیے۔ کیونکہ اب اس پر نہ صرف پاکستان بلکہ خود ہندوستان کے مسلمانوں کی بہتری کا انحصار ہے۔ چنانچہ مولانا کے کہنے پر ان مسلمان افسروں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور اپنے لئے پاکستان کی ملازمت اختیار کی۔

مولانا کے مومنانہ خیالات کے بارے میں جناب عبدالوحید شملوی اسلام آباد سے ۲ نومبر ۷۶ء کے نوائے وقت ہی میں لکھتے ہیں:۔

مولانا آزاد موصوف کو پاکستان سے دوستی کی تلقین صرف خلوص ہی میں نہیں بلکہ یہ جرأت اور برملا ہندو اور اور مسلمانوں کے مجمع عام میں کرتے دیکھا ہے غالباً آخر ستمبر ۴۷ء کی بات ہے مولانا شملہ تشریف لائے اس وقت شملہ بھی فساد کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ بیشتر مسلمان سمٹ سمٹا کر چند قدیم محلوں میں جمع ہو گئے تھے مولانا کا آنا ایک گونہ ڈھارس کا باعث ہوا چنانچہ روزانہ سہ پہر کے وقت مقامی لوگ ان کے ہاں جمع ہو جاتے مسلمان زیادہ اور ہندو کم پھر بھی کافی تعداد میں ——

ایک دن ایک نیشنلسٹ آدمی نے ان پُر آشوب حالات کا ذمہ دار پاکستان کو ٹھہرایا جواباً مولانا نے جو کچھ فرمایا اور علی الاعلان کہا تو ہندو تو ایک طرف اچھے اچھے مسلمانوں کے حواس گم ہو گئے۔

"دنیا جانتی ہے کہ ہم لوگ نیشنلسٹ مسلمان کے نام سے بدنام ہیں ہم نے کھلے بندوں پاکستان کی مخالفت کی ہماری نظر میں اس میں کچھ مسلمانوں کا تو بے شک فائدہ تھا لیکن بہت سوں کا اس سے کہیں زیادہ نقصان۔ ہم نیشنلسٹ مسلمان بھی اس لئے کہلاتے ہیں کہ پہلے ہم مسلمان ہیں، اور مسلمانوں کی شرط اول ہے تسلیم:۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اس فیصلے کے آگے سر جھکا دیں۔ اسے دل و جان سے قبول کر لیں۔ اگر پاکستان نہ بنتا تو مضائقہ نہ تھا لیکن بن کر ٹوٹ گیا تو پھر ہم کہیں کے نہ رہیں گے نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے مسلمان کی بربادی ہمارا قومی مقدر ہو گا"۔

اس پر ایک صاحب نے مولانا سے کہا تو پھر آپ کو بھی پاکستان چلنا چاہئے مولانا کا جواب تھا "یہ نہ بھولئے کہ ہندوستان میں مسلمان رہیں گے، پاکستان بنانے والے ان کے کچھ کام نہیں آسکیں گے"۔

عبداللہ صاحب شملوی لکھتے ہیں کہ اس پر ہندو اور مسلمان تمام حاضرین نے منہ میں انگلیاں دے لیں اس واقعہ کے ایک گواہ پروفیسر قدرت اللہ فاطمی بھی ہیں۔

۷، ۹ میں پنجاب اسمبلی میں حزب اختلاف کے سیکرٹری جنرل "مدیر اقدام" کا ہے جو —— مارچ ۱۹۷۹ء کے نوائے وقت میں شائع ہوا۔ مدیر "اقدام" کہتے ہیں کہ راجہ غضنفر علی دہلی میں پاکستان کے سفیر تھے وہ مجھے بھی لاہور سے دہلی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ میرے قیام دہلی کے دوران انہوں نے ازراہ شفقت حضرت مولانا آزاد سے میری ملاقات کا انتظام کرایا تھا چنانچہ میں پارلیمنٹ میں مولانا کی خدمت میں خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھ سے گفتگو کے دَوران فرمایا:

"تم لوگ پاکستان کو اس کی غرض و غایت کے مطابق کیوں نہیں چلاتے ہو۔ تم نے اسلامی حکومت کا نعرہ تو بلند کر رکھا ہے لیکن اس خاکے میں رنگ بھرنے پر آمادہ نہیں ہو۔ اسلامی حکومت سے مراد خلافتِ راشدہ کا دَور ہے اور یہ بات تاریخ کے ہر طالب علم کو معلوم ہے کہ عرب کے عوام وہی کھاتے اور پہنتے تھے جو اُن کے حاکم کھاتے اور پہنتے تھے ان کے تمام کام مشورے سے طے پاتے تھے۔ پاکستان میں ایسا ہی معاشرہ قائم کرنا چاہیئے"۔

۸۔ نوائے وقت کا چیف رپورٹر ۲۷ر جولائی ۱۹۷۹ء کے پرچے میں ایک گراں قدر اور اہم راز سے پردہ اُٹھاتا ہے انہیں کے الفاظ میں سُنئے:

میاں منظر بشیر نے انکشاف کیا ہے کہ "پاکستان ترکیہ دوستی کے معاہدہ کے بعد بھارت نے مولانا آزاد کو ترکی بھیجا تاکہ وہاں اپنی ساکھ بنا سکے۔ مولانا استنبول میں دئے گئے ایک استقبالیہ میں بشیر احمد سفیر پاکستان کو پانچ سو افراد کے مجمع میں سب کے سامنے ایک طرف لے گئے اور کہا خدا کے واسطے پاکستان کو مضبوط بنائیے یہی اور صرف یہی وہ واحد خدمت ہے جو پاکستان بھارتی مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر انجام دے سکتے ہیں آپ سیاسی رہنما اور قائد اعظم کے دست راست ہیں اس لئے آپ سے کہا ہے"۔

حرفِ آخر

کیا پاکستان کے اس عملی ہمدردی کے علم میں آنے کے بعد ان کا کوئی بڑے سے بڑا مخالف بھی اگر اس کے دل میں رتی برابر بھی انصاف ہے مولانا آزاد کو ان الفاظ سے یاد کر سکتا ہے جو پراپیگنڈے کی صورت میں ہمارے جزوِ ایمان بنا دئے گئے ہیں؟

ع آفتابِ علم و حکمت کا غروب!

وفات

مولانا آزاد ۱۹ر فروری ۱۹۵۸ء کی صبح کو فالج سے کیا بیمار ہوئے، ہندوستان اور پاکستان کی ساری ملت اسلامیہ ایک گونہ مفلوج ہو گئی علاج معالجہ میں کوئی کسر نہ چھوڑی گئی لیکن وہی ہوا جو ازل سے مقدر تھا۔ آپ ۲۲ر فروری ۱۹۵۸ء کو رات کے سوا دو بجے داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اور اپنے دوستوں اور دشمنوں، یگانوں اور بیگانوں سب کو روتا چھوڑ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اب جن کی جدائی کو ۲۵ سال گزر چکے ہیں اور پاک ہند ایک عظیم انسان، جوہر لحاظ سے عظیم تھے، مفکر تھے، اسکالر تھے، پکے مسلمان تھے، ایک عظیم سیاستدان تھے، ثقافتی علوم کا خزانہ اور جنگ آزادی کے ہیرو تھے، سرکردہ دانشور تھے ہم اس بے مثل ہستی سے محروم ہو گئے۔

یہ تھے مولانا آزاد ——

ے زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

"اے بیٹے! جب تو اس کو اچھے منہ اور شکلوں میں دیکھے اور تو اس کو پیار کرے تو یہ حُبّ ناقص ہے اور اس پر تجھ کو عذاب ہوگا۔ درست اور صحیح وہ حُبّ ہے جو تبدیل نہ ہو اور وہ یہ ہے کہ تُو اس کو اپنی دل کی آنکھوں سے دیکھے اور اسی کو سچے روحانیوں کی محبت کہتے ہیں"۔ (نصائح غوث الاعظم)

از: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم
خلیفۂ مجاز حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ
مرتبہ: محمد عثمان غنی

دوسری ماہانہ مجلسِ ذکر، واہ کینٹ
منعقدہ ۲۹ر ستمبر ۱۹۸۳ء

ذِکرُ اللہ سب عبادتوں کا سرتاج ہے

توفیقِ ایزدی کے بغیر عبادت نہیں ہو سکتی

میرے بھائیو، عزیزو اور بزرگو! جو کام بھی انسان کرنا چاہے، کوئی کام بھی ہو، جب تک تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال نہ ہو، اُس وقت تک بندہ وہ کام نہیں کرسکتا، خاص کر عبادت، اللہ تعالیٰ کی عبادت خواہ کسی رنگ میں بھی ہو، نماز ہو، حج ہو، روزہ ہو، زکوٰۃ ہو، تلاوتِ قرآنِ کریم ہو، درودِ پاک ہو، ذکر ہو، کچھ بھی ہو، کسی رنگ میں بھی ہو، عبادات جتنی بھی ہیں، ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی خصوصی توجہ، خصوصی مہربانی کے ساتھ ادا کی جاسکتی ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ مہربانی نہ فرمائے تو اُس وقت تک بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کر سکتا۔

حضرت شعیب علیہ السّلام کی مثال

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، انہوں نے اپنا سارا جو تبلیغ کا سلسلہ تھا وہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی جو درخواست پیش کی وہ یہی فرمائی۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ○ (ہود ۸۸)

مجھے جو طاقت دی وہ میرے اللہ نے دی ہے۔ طاقت اللہ دے گا تو میں آپ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا دین بیان کروں گا اور دین کو اللہ تعالےٰ غلبہ عطا فرمائیں گے۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی دُعا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی مثال

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی ارشاد فرمایا۔

وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ○ (مومن ۴۴)

میرا سارا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، وہ اچھی طرح بندوں کو دیکھ رہا ہے۔

خلاصۂ معروضات

عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں کوئی بھی بندہ نیکی اگر کرنی چاہے تو جب تک خداوند تعالیٰ کی توفیق شاملِ حال نہ ہو اُس وقت تک بندہ کوئی بھی نیکی نہیں کرسکتا۔

حضرتِ معاذ بن جبل کے لئے عظیم تحفہ

اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ذِکر کے بارے میں تو خصوصی طور پر فرمایا۔ حضرتِ معاذ ابنِ جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابی ہیں۔ اور بڑے محبوب صحابی ہیں (رضی اللہ عنہ) آپ رضؓ فرماتے ہیں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کو پکڑا اپنے دستِ مبارک میں اور مجھے یہ فرمایا اِنِّيْ لَاُحِبُّكَ يَا مُعَاذُ، اے معاذ! تیرے ساتھ مجھے بڑا پیار ہے، بڑی محبت ہے —— حضرت معاذ ابنِ جبلؓ کو اُن کا ہاتھ پکڑ کر حضورؐ نے فرمایا؟ کہ تو مجھے بڑا پیارا لگتا ہے، مجھے بڑا محبوب ہے تو —— انہوں نے بھی عرض کیا کہ اللہ کے نبی! لَاُحِبُّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ مجھے بھی تو جنابؐ کے ساتھ بڑی محبت ہے —— یعنی حضورؐ نے محبت کا ارشاد فرما کر جو بات فرمائی اُس کی اہمیت جتلائی کہ اے معاذ! میں جو تجھے بات کہہ رہا ہُوں یہ میرا بہت عظیم تحفہ ہے کیونکہ تو میرا بڑا محبوب خادم ہے۔ اس لئے پھر فرمایا آگے حضورؐ نے کہ دیکھنا ہر نماز کے بعد یہ کلمات ضرور پڑھنا، اِن کو کبھی نہ چھوڑنا۔ رَبِّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ؕ یہاں دیکھئے مقدّم کس کو کیا ہے؟ ذکر کو۔ رَبِّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ، اے میرے پالنے والے! اے میرے ربّ! تو میری مدد کرتا کہ میں تیرا ذِکر کرتا رہوں —— تو معلوم ہوُا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اللہ کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ آگے شکر بھی آتا ہے، عبادت بھی آرہی ہے، مگر جس چیز کو تقدّم فرمایا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ذِکر ہے کہ اے معاذ! ہر نماز کے بعد یہ کلمے ہمیشہ پڑھنا، کبھی نہ چھوڑنا۔ کون سے کلمے؟ رَبِّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ اے اللہ! میری مدد کرتا کہ میں تیرا ذِکر کروں۔ تو اس دُعا میں حضورؐ نے کس کو مقدم فرمایا؟ ذکر کو۔ اے میرے اللہ! اے میرے پالنے والے! تو میری مدد فرما تا کہ میں تیرا ذِکر کروں۔ بعض روایات میں کچھ لوگ اَللّٰهُمَّ بھی پڑھتے ہیں لیکن حدیث میں جہاں تک دیکھا گیا ہے رَبِّ کا لفظ ہے، رب کی صفت ہے، گویا اِدھر اشارہ فرمایا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ کا جو نظامِ تربیّت ہے وہ ایک ہے بدن کا نظامِ تربیّت، یہ پانی، یہ غلّہ، یہ رہنے سہنے کے اسباب، یہ نظامِ تربیّت اللہ تعالیٰ نے ہمارے بدن کے لئے مقرّر فرمائے، تو آگے چل کر پھر ارشاد فرمایا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے میرے رب! اے میرے پالنے والے! تو میری مدد فرما۔ کس پر؟ اپنے ذِکر پر۔ تو صفتِ رب میں دو باتیں ارشاد فرمائیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا جو نظامِ ربوبیّت ہے، نظامِ تربیت، وہ ایک میرے آپ کے بدن کے لئے ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات بنائی، خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ق (البقرہ ۲۹) یہ زمین، یہ آسمان، یہ شجر و حجر، یہ سارا جو مادّی نظام کا سلسلہ ہے یہ اللہ تعالیٰ نے کس لئے بنایا؟ آپ کے، میرے بدن کے لئے، لیکن جو ہمارا رُوح ہے، جس پر ہماری زندگی ہے، اُس کے لئے اللہ نے نظام بنایا، وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اِسی لئے شاید حضورؐ نے لفظِ رب فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ کا کلمہ حدیثوں میں کم آیا ہے، رب کا کلمہ موجود ہے۔ اے میرے پالنے والے! جس طرح تو نے میری مدد فرمائی دنیاوی زندگی گذارنے کے لئے، مجھے کھانے پینے کے سامان دئے، رہنے سہنے کے اسباب تُو نے مہیّا فرمائے، اِسی طرح اللہ! تُو میری مدد کرتا کہ تیرا بھی ذِکر کروں اور اس سے میرے رُوح کی تربیت ہوتی رہے۔ کیونکہ حضورِ اکرمؐ کا ارشادِ گرامی ہے، آپ فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اُس آدمی کی مثال جو اللہ کا ذکر کرنے والا ہے اور اُس کی مثال جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا، اُس کی مثال کیا ہے؟ جو اللہ کا ذاکر ہے اُس کی مثال زندہ ہے اور جو ذکر سے غافل ہے اُس کی مثال میّت کی ہے —— حدیث صحیح ہے —— تو میں نے ابھی عرض کیا کہ اِس دُعا میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا جو نظامِ تربیت رُوح کے لئے ہے وہ کیا ہے؟ ذِکر۔ اگر ذِکر ہو گا تو رُوح کی زندگی ہوگی۔ اگر ذِکر نہ ہو گا تو زندگی نہ ہوگی۔

رُوح کے تقاضے

آج یہی وجہ ہے۔ آج دیکھیں دنیا میں ارب ہا انسان بستے ہیں۔ ایک ارب تو مُسلمان ہیں اور باقی غیر مسلموں کی تعداد بھی بڑی کافی ہے لیکن دیکھئے آج ہم میں انسانی صفات زیادہ اُجاگر ہو رہی ہیں یا غیر انسانی؟ ڈھانچہ انسانوں کا ہے، پیکر انسانی ہے مگر صفات تقریباً حیوانی ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کہ وہ جو ہمارے رُوح کی خوراک تھی وہ تو ہم نے چھوڑ دی، بدن غالب آگیا ہمارے رُوح پر۔ تو بدن کے تقاضے تو حیوانی ہیں نا بھائی؟ بدن تو حیوانیّت کا مرکّب ہے نا؟ تو جتنے پھر حیوانی اعمال ہوں گے وہ ہم سے سرزد ہوں گے۔ اگر ہم رُوح کی تربیت کرتے اور رُوح کو غلبہ حاصل ہوتا بدن پر تو پھر اعمال

اور بدل جاتے۔ اسی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں فرمایا کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ، اُس کے دل کی خواہشات اُس تعلیم کی پیروی میں نہ ہو جائیں جو میں لے کر آیا۔ کیا مطلب؟ میری تعلیمات کو غلبہ حاصل ہو بدنی تقاضوں پر، کیونکہ انسان کے بدنی تقاضے تو تمام ہیں حیوانیت کے۔

محافلِ ذکر کا قرآنی ثبوت

تو اسی لئے میں عرض کر رہا تھا کہ ابھی آپ نے اور میں نے جو ذِکر کیا ہے، یہ اللہ کی توفیق سے ہوا ہے اگر اللہ کی توفیق نہ ہوتی نہ آپ گھر سے آتے نہ یہ گنہگار حاضر ہو سکتا۔ اگر اللہ توفیق نہ دیتے تو نہ کوئی نماز پڑھ سکتا نہ کوئی وضو کر سکتا نہ کوئی ذِکر کر سکتا۔ یہ سب اللہ تعالےٰ کی مہربانی ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ کی جو دینی نوازشات ہوں نا جی اُن پر زیادہ شکر ادا کرنا چاہیئے۔ دنیاوی نعمتوں پر بھی شکر ادا کرے لیکن جو دینی ہیں نا اللہ تعالےٰ کے انعامات، اس لئے غور فرمائیں نا عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ، اللہ! تُو مجھے توفیق دے "تاکہ میں تیرا اِس نعمت پر شکر ادا کر سکوں کہ تُو نے مجھے ذِکر کی توفیق عطا کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ذکر بھی بہت بڑی عبادت ہے اس لئے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد یہ دُعا کیا کر کہ اے میرے رب! تو میری مدد کر، ابھی تو میں نے نماز پڑھ لی نا؟ آئندہ کے لئے بھی اللہ! قائم رہے، اور نماز میں جو بڑا نورانی نکتہ ہے وہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ ۱۴) وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ (عنکبوت ۴۵) فرمایا کہ نماز قائم کر تاکہ میرا ذکر ہوتا رہے، اور اللہ کا ذکر بہت بڑی عبادت ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی ذِکر کے بارے میں بہت زیادہ ہیں۔ قرآن شریف میں ذکر کا بڑا حکم ہے میرے دوستو! کئی جگہ ارشاد فرمایا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (جمعہ ۱۰) اللہ کا ذِکر بہت کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ تو ذکر سے مراد یہی ذِکر ہے، جو بعض طرفوں سے تلبیسات ہوتی ہیں، شبہات، وہ غلط ہیں۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ مزمّل میں فرمایا وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ○ (مزمّل ۸) وہاں پر اسم آیا، اپنے رب کے نام کا ذِکر کریں۔ تو اپنے رب کا نام وہی ذِکر ہوا نا؟ اس لئے جو ذِکر کی محافل ہوتی ہیں، انفرادی ذکر ہو یا اجتماعی ذِکر ہو، یہ مستقل ایک عبادت ہے بلکہ سب عبادتوں کا یہ سرتاج ہے۔ ذِکر کرے گا تو ذاکر کی نماز اور ہوگی، غافل کی نماز اور ہوگی، ذاکر کا روزہ اور ہوگا، غافل کا روزہ اور ہوگا، ذاکر کا حج اور ہوگا، غافل کا حج اور ہوگا، ذِکر کی برکات ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو یہ نعمت نصیب فرمائے۔ ہم گنہگاروں پر بھی اللہ نے فضل وکرم کیا کہ چند منٹ بیٹھ کر اللہ کا نام لیا ہے، ذکر کی کوشش کیا کریں۔ میں ہمیشہ درس میں بھی کہتا رہتا ہُوں اور ویسے بھی کہ ہماری ساری کامیابی کا جو ہے نا دار و مدار، اللہ کے ذِکر پر ہے، دنیاوی کامیابی ہو یا اُخروی ہو، ہمیں تو اُخروی کامیابی نصیب ہونی چاہیئے۔ مسلمان کا منتہائے نظر کیا ہو؟ اللہ کی رضاء۔ تو اللہ راضی ہوگا ذِکر سے۔ جب بندہ ذِکر کرے گا نا جی؟ جس کا نام لیں گے تو وہ راضی نہ ہوگا؟ ایک بندہ ستّر سال، اسّی سال کا کلمہ پڑھ چکا ہے، اُس کے دانت گر چکے ہیں، وہ زبان سے کلمہ پڑھ رہا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو بھائی اللہ تعالیٰ تو بڑے مہربان ہیں نا؟ اللہ ضرور راضی ہوتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ۔ ذاکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ راضی ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ مجھے، آپ کو، سب مسلمانوں کو اپنی یاد کی بہت زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

ابن عدیؒ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "میری امت کے بدترین لوگ وہ جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں"۔

مرتب: ظہیر میر

شب و روز

۲۷- اکتوبر بروز جمعرات: ربوہ میں آل پاکستان تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام دو روزہ عظیم الشان سالانہ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ لاہور سے حضرت مولانا محمد اجمل خان، حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود اور مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب ایک ہی گاڑی میں روانہ ہوئے۔ حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب گوجرانوالہ سے جناب ظفر علی ڈار صاحب کے ہمراہ شیخوپورہ پہنچے۔ جامعہ فاروقیہ میں جمعیۃ علماء اسلام ضلع شیخوپورہ کے کارکنوں کا ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہُوا۔ ان راہنماؤں نے کارکنوں کو موجودہ ملکی اور جماعتی صورت حال سے تفصیلی طور پر آگاہ کیا بہت سے کارکنان اِس قافلے کے ساتھ ہی ربوہ کانفرنس میں شرکت کے لئے چل پڑے۔ نماز عصر خانقاہ ڈوگراں میں پڑھی گئی۔ جمعیۃ علماء اسلام کے بہت سے کارکنان اِن راہنماؤں کو اپنے درمیان دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ ان راہنماؤں نے مولانا خان محمد صاحب آف خانقاہ ڈوگراں سے ملاقات کی اور مختلف امور پر مختصر گفتگو فرمائی۔ مولانا محمد عالم صاحب بھی اِس قافلہ میں شامل ہو گئے۔ براستہ فیصل آباد یہ قافلہ چنیوٹ پہنچا۔ اور وہاں مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کے مدرسہ میں دُور دراز سے اکٹھے ہونے والے جماعتی ساتھیوں سے اِن راہنماؤں نے خطاب کیا۔ نماز عشاء ربوہ میں ادا کی گئی۔ اور حضرت مولانا خان محمد صاحب آف کندیاں شریف مدظلہ سے اِن حضرات نے جلسہ کے آغاز سے قبل ملاقات کی اور مختلف امور پر تبادلہ خیال کیا۔

بعد نماز عشاء جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے علامہ خالد محمود نے کہا کہ قادیانی ملک کی کل آبادی کا ایک فیصد سے بھی کم ہیں لیکن یہ بات باعثِ حیرت ہے کہ وفاقی وصوبائی حکومتوں اور فوج میں کلیدی اسامیوں پر قادیانی بیس فیصد ہیں۔ انہوں نے کہا قادیانی چاہتے ہیں کہ اسلام کے ساتھ قوت وشوکت باقی نہ رہے۔ اور یہی بات انگریز کہتا تھا۔ انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو کلیدی اسامیوں سے ہٹایا جائے۔

جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی نائب امیر خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب مدظلہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ موجودہ حکومت پاکستان میں اسلام کے نظام کو نافذ کرنے کا دعویٰ کرتی ہے لیکن عمل اس کے بالکل اُلٹ ہے۔ اسلامی مملکت ہوتے ہوئے بھی قادیانی کھلم کھلا اپنی سازشوں میں مصروف ہیں اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت پورے آئین پر عمل نہیں کر سکتی تو ۱۹۷۴ء کی قادیانیوں کے خلاف کی گئی ترمیم پر ہی پوری طرح عمل کرے تاکہ قادیانی ٹولے کو ان کا صحیح مقام دیا جا سکے۔ فاضل نوجوان حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب نے کہا کہ ہم قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے نوّے سال میں کیا کھویا کیا پایا؟ تم نے انگریز کی ایجنٹی کی ہے۔ سامراج کے سہارے اپنی نبوت چمکائی اور اس کے لئے جاسوسی کی اور آپ خود اس کے اقراری ہیں۔ برطانیہ کا اقتدار اور دبدبہ ختم ہو چکا ہے۔ لیکن آپ نے برطانیہ کی بجائے دوسرے سامراج کو ایجنٹی کے لئے تلاش کر لیا ہے۔

راشدی صاحب نے کہا کہ قادیانی امت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں مسلمانوں کے جذبات دیکھ چکی ہے۔ انشاء اللہ وہی جذبات ۱۹۸۴ء میں بھی دیکھے گی۔ مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ مسلمانوں کی مذہبی جماعتیں پہلے بھی قادیانی جارحیت کے مقابلے میں متحد تھیں اور آج بھی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سیالکوٹ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا اسلم قریشی کا قرض

مرزائی ٹولے کے سربراہ مرزا طاہر احمد کے ذمہ ہے یہ قرض ان سے ضرور وصول کیا جائے گا۔

حضرت اقدس کے بڑے صاحبزادے جناب مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہ، نے کانفرنس کی رات کی نشست سے بڑا پُرجوش خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ قادیانی مسئلہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنے سے حل نہ ہوگا اس کے لئے عملی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرزائی پہلے اتنی قوت میں نہ تھے جتنے اب ہیں۔ حکومت نے انہیں ضرورت سے زیادہ چھوٹ دے دی ہے۔ انہوں نے حکومت اور مرزائیوں کو متنبہ کیا کہ ۱۹۷۳ء اور ۱۹۷۴ء میں ختم نبوت کی تحریک چل سکتی ہے تو آج بھی چل سکتی ہے۔ مسلمانوں کی خاموشی سے حکومت یہ نہ سمجھے کہ ان میں دم خم نہیں ہے۔ انہوں نے اسلم قریشی کے اغوار کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اسلم قریشی کا اغواء یا قتل حکومت کے حق میں اچھا ہے نہ مرزائیوں کے حق میں۔

کانفرنس سے جمعیت علماء اسلام کے رہنما حضرت مولانا علاؤ الدین صاحب، جماعت اسلامی کے جنرل سیکرٹری قاضی حسین احمد صاحب، حضرت مولانا محمد اسعد صاحب سجادہ نشین موسیٰ زئی شریف، مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری، مولانا عبدالرحمٰن صاحب یعقوب باوا، جناب کنور انتظار محمد خان ایڈووکیٹ، معروف صحافی جناب نعیم آسی، مشہور عالم دین مولانا مفتی مختار احمد گجراتی، حضرت مولانا سید عبدالقادر آزاد، حضرت مولانا ضیاء القاسمی، حضرت مولانا محمد امجد تھانوی، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوری، اہل حدیث مکتبہ فکر کے مولانا حفظ الرحمٰن حضرت مولانا سید سلیمان طارق، معروف عالم دین جناب مولانا محمد احمد، مولانا محمد صدیق، بنوں سے عبدالستار شاہ، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا رفیق جامی، مولانا نذیر احمد، حافظ اللہ وسایا اور دوسرے دینی، مذہبی، سماجی اور سیاسی راہنماؤں نے خطاب کیا۔

۲۷۔ اکتوبر بروز جمعرات: حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم العالیہ نے حسبِ معمول جامع مسجد شیرانوالہ میں مجلسِ ذکر منعقد کرائی۔ اور نمازِ عشاء کے بعد دُور دراز سے آئے ہوئے حضرات کے مسائل سُنے اور ان کی تسلی وتشفی فرمائی۔

۲۸۔ اکتوبر بروز جمعۃ المبارک: حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے جامع مسجد شیرانوالہ میں نماز جمعہ پڑھائی۔ اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ نماز جمعہ کے بعد مختلف حضرات سے ملاقات فرمائی۔ ان کے مسائل سُنے اور ہدایات فرمائیں۔ نماز جمعہ کے بعد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عطاء المنعم صاحب مدظلہ العالی نے حضرت اقدس سے ملاقات فرمائی اور مختلف امور پر کھلے ڈھلے ماحول میں گفتگو فرمائی۔ وہ اکثر تشریف لاتے ہیں۔ حضرت اقدس فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت مولانا عطاء المنعم صاحب مدظلہ، ہماری اداسیاں اور غم مٹانے آتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر بے اختیار شاہ جی یاد آ جاتے ہیں۔ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اکثر وبیشتر شیرانوالہ تشریف لاتے۔ اور اپنے ظرافت آمیز لطائف سے محفل کو کشت زعفران بنا دیتے حضرتؒ جو متانت وسنجیدگی کی تصویر تھے شاہ جی کی بذلہ سنجی سے لطف لیتے اور کھلکھلا کر ہنس پڑتے۔

گذشتہ بدھ کو بعد نماز مغرب معروف قانون دان سید احمد سعید کرمانی نے اپنے دولت کدہ پر مسلم لیگ کے سربراہ جناب پیر صاحب آف پگارہ شریف اور جناب مولانا شاہ احمد نورانی کے اعزاز میں ایک استقبالیہ کا اہتمام کیا۔ اس استقبالیہ میں مختلف سیاسی جماعتوں کے قائدین نے شرکت کی۔ جمعیۃ علماء اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت مولانا زاہد الراشدی، حضرت مولانا حمید الرحمٰن عباسی اور حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب نے اس استقبالیہ میں شرکت کی۔

۲۹۔ اکتوبر بروز ہفتہ: حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب نے مختلف علاقوں سے آنے والے جماعتی احباب سے تبادلہ خیال کیا۔ اور مختلف امور پر تازہ ترین جماعتی صورتِ حالات سے ساتھیوں کو آگاہی فرمائی۔ خدام الدین کے سلسلہ میں میاں صاحب نے مختلف حکومتی افسران سے بھی ملاقات کی۔

۲۶۔ اکتوبر بروز بدھ: مدرسہ

جامعہ حنفیہ باغبانپورہ کے زیر اہتمام جامع مسجد باغبانپورہ جی ٹی روڈ لاہور میں ایک عظیم الشان جلسۂ عام منعقد ہوا۔ علالت طبع کے باعث حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ جلسہ میں شرکت نہ فرما سکے۔ ان کی نمائندگی کرتے ہوئے مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب نے حضرت اقدس کا لکھا ہوا پیغام سامعین تک پہنچایا۔ میاں اجمل قادری صاحب نے جلسہ کی صدارت فرمائی۔ جلسہ عام سے حضرت مولانا عبدالشکور صاحب دین پوری نے بڑا ایمان افروز خطاب فرمایا۔ انہوں نے حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب خلیفۂ مجاز حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری کی تعریف کی اور اُن کی صحت کے لئے دعا فرمائی۔

۳۱۔ اکتوبر بروز پیر: نماز ظہر سے قبل انڈیا سے حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب آف ناگپور حضرت اقدس سے ملاقات کے لئے مدرسہ قاسم العلوم تشریف لائے۔ مولانا عبدالکریم صاحب کی باتوں میں ۷۵ فیصد حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور شیرانوالہ کا تذکرہ تھا۔ مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی نے "محاسن موضح القرآن" لکھ کر علوم ومعارف کے دریا بہا دیئے ہیں اور تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔ حضرت اقدس نے مولانا اخلاق حسین صاحب قاسمی کی صلاحیتوں کو سراہتے ہوئے کہا کہ آپ نے جتنا بڑا کام کیا ہے اس پر آپ کو پی۔ ایچ۔ ڈی سے بڑی ڈگری ملنا چاہیئے تھی۔ حضرت اقدس نے مولانا قاسمی صاحب کو اپنی حجازی عباء عنایت فرمائی اور ان حضرات کو متبرک سُرمہ بھی عنایت کیا جس میں روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی غبار شفا شامل ہے۔ یہ حضرات مغرب تک مدرسہ قاسم العلوم میں قیام پذیر رہے اور شام کو کراچی روانہ ہو گئے۔

بقیہ : سید احمد شہید

میں شغل برزخ کے بارے میں آپ کی رائے مذکور ہے۔

"اس کے علاوہ شغل برزخ کا رواج ناقصوں اور مبتدیوں کو رفتہ رفتہ کاغذی یا ظاہری تصویر تک پہنچا سکتا ہے۔ وہ ظاہری تصویریں بنا کر وہ تعظیمی حرکات وآداب جو صاحب تصویر بزرگوں اور مشائخ کے سامنے بجا لاتے ہیں۔ سب ان تصاویر کے سامنے بجا لانے لگتے ہیں۔ اور صاف صاف صنم پرستوں کی شکل اختیار کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شغل برزخ اس فعل کو حرام کی سرحد تک بھی پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے یہ عمل جو اس فعل حرام کا مقدمہ ہے۔ شریعتِ محمدیہ میں حرام ہو۔"

الغرض سید صاحب ایک ایسی کامل شخصیت تھے جس نے دین حق کے جس کام کی طرف بھی توجہ دی وہ کام تکمیل کو پہنچا۔ اور عام مسلمانوں میں موجود جس خرابی کو بھی دُور کرنے کی کوشش کی۔ آپؒ کے خلوص واستقامت کی بدولت بہترین مثبت نتائج برآمد ہوئے۔

بقیہ : میاں بیوی کے حقوق

نہ پڑھنا اور نفل روزہ نہ رکھنا۔

۷۔ خاوند کو اس کی تنگدستی یا بدصورتی کی وجہ سے حقیر نہ سمجھنا۔

۸۔ اگر خاوند میں کوئی بات خلاف شرع اور گناہ کی دیکھے تو ادب کے ساتھ منع کرنا۔

۹۔ اس کا نام لے کر نہ پکارنا۔

۱۰۔ کسی کے سامنے اس کی شکایت نہ کرنا۔

۱۱۔ اس کے سامنے زبان درازی اور بدزبانی نہ کرنا۔

۱۲۔ اس کے والدین کو اپنا مخدوم سمجھ کر ان کا ادب واحترام کرنا۔ ان کے ساتھ لڑ جھگڑ کر یا کسی اور طریقے سے ایذا نہ پہنچانا۔

(دین کی باتیں وحقوق الاسلام)

طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے۔

طبی مشورے

براہِ راست جواب کے خواہشمند
حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸

بال گرتے ہیں

س: میرے سر کے بال گرتے ہیں یہ سلسلہ عرصہ دراز سے شروع ہے۔ نیز میرے منہ پر جوانی کے دانے نکلتے ہیں اور منہ پر داغ پڑ جاتے ہیں۔

رشید احمد جاوید، خانقاہ سراجیہ کندیاں)

ج: بالوں کے گرنے کے لئے سر کو ہفتہ وار استرے سے منڈوائیں اور روغن آس یا روغن آملہ لگاتے رہیں نیز سر پر صابن کا استعمال ترک کر دیں۔ جوانی کے دانوں یا مہاسوں کے لئے درج ذیل نسخہ

۱۔ تخم ترب (۲) بیخ نے (۳) عنب الثعلب (۴) گل بنفشہ (۵) کتیرا۔ سب چیزیں ہموزن لے کر باریک کرکے آبِ کیلا اور آبِ برگ حنا اور سرکہ انگوری میں ملاکر رات کو چہرے پر ملیں۔ صبح کو نیم گرم پانی سے دھو لیا کریں۔

ہاتھ اور پاؤں کی خرابی

س: میرے بھائی کو ایک مدت سے ہاتھ اور پاؤں پر خارش ہوتی ہے اور دانے نکلتے ہیں۔ بہترین نسخہ لکھئے۔

(سیف الدین، خانقاہ سراجیہ کندیاں)

ج: برگ مہندی باریک پیس لیں ۵ تولہ روغن سرسوں میں ایک تولہ رتن جوت پیس کر جلالیں مہندی کو حسب دستور گوندھ کر اس میں تھوڑا سا روغن رتن جوت ملا کر ہاتھ پاؤں پر لگایا کریں — انشاء اللہ صحت ہوگی۔

بال لمبے کرنے کا نسخہ

س: (الف) ہم نے ایک سال پہلے آپ کو خط لکھا تھا کہ سر میں خشکی بہت ہے۔ آپ نے علاج بتایا خشکی تو دور ہو گئی ہے مگر بال نہیں بڑھتے۔ اب مہربانی فرما کر بال لمبے کرنے کا نسخہ بتائیے۔

(ب) میری باجی کا قد بہت چھوٹا ہے کوئی علاج بتائیے کہ قد بڑھ جائے۔

ج: دو سال سے میرے منہ کے دونوں طرف کی ڈاڑھوں کو کیڑا لگ گیا ہے۔ اب ڈاڑھیں نظر نہیں آتیں کوئی میٹھی چیز کھا لوں تو بہت درد ہوتا ہے۔ براہِ کرم علاج بتائیں۔

(انیلا، راحت، جمال شفاخانہ نوشہرہ صدر)

ج: بال بڑھانے کے لئے سب سے پہلے بالوں میں ہر قسم کے صابن کا استعمال چھوڑ دیں اور آملہ کو پانی میں بھگو کر اسی پانی سے سر دھویا کریں نیز برگ آس اور گل سرخ ہموزن باریک پیس لیں۔ اور آملہ کے پانی میں گوندھ کر مہندی کی طرح سر میں لگایا کریں۔

(ب) قد بڑھانے کے لئے مختلف ورزشیں مثلاً رسہ ٹاپنا وغیرہ کریں۔ نیز زیادہ نیند لینے سے بھی قد میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

ج: آپ دونوں داڑھیں نکلوا دیں اب ان کا علاج یہی رہ گیا ہے۔ علاجِ دنداں اخراجِ دنداں۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں ورنہ تعمیل نہ ہو گی۔

میاں بیوی کے حقوق

محمد تصور اقبال — لاہور

میاں اور بیوی میں تعلقات کشیدہ ہونے کی اصل بنیاد عام طور پر ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرنا ہے۔ اسی سے جھگڑے ہوتے ہیں، اشتعال پیدا ہوتا ہے اس لئے دونوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق پہچانیں اور پھر ان تمام حقوق کو ادا کرنے کی از سر نو پوری پوری کوشش کریں۔ جہاں کہیں کوتاہی ہو رہی ہو کھلے دل سے اس کا اعتراف کریں اور جلد ہی اس کا تدارک کر لیں۔ اگر ایسا کرنے لگیں تو شاید ہی کوئی رنجش ہو یہاں مختصر دونوں کے چند شرعی حقوق ذکر کئے جاتے ہیں۔

خاوند پر بیوی کے یہ حقوق ہیں

۱۔ بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

۲۔ اعتدال کے ساتھ اس کی ایذا پر صبر کرنا۔ یعنی اگر بیوی سے کوئی خلاف طبع اور ناگوار بات صادر ہو تو اس پر صبر کرنا برداشت کرنا اور نرمی سے اس کو سمجھا دینا تاکہ آئندہ وہ خیال رکھے۔ معمولی معمولی بات پر غصہ کرنے سے پرہیز کرنا۔

۳۔ غیرت میں اعتدال رکھنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو خواہ مخواہ بیوی سے بدگمانی کرے اور نہ بالکل اس کی طرف سے غافل ہو جائے۔

۴۔ خرچ میں اعتدال رکھنا یعنی حد سے زیادہ تنگی نہ کرے اور نہ فضول خرچی کی اجازت دے میانہ روی اختیار کرے۔

۵۔ حیض و نفاس کے احکام سیکھ بیوی کو سکھانا، نماز پڑھنے اور دین پر چلنے کی تاکید رکھنا، بدعات اور رسومات سے باز رکھنا۔

۶۔ اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان میں حقوق برابر رکھنا۔

۷۔ بقدر ضرورت اس سے جماع (ہمبستری) کرنا۔

۸۔ بغیر ضرورت کے طلاق نہ دینا۔

۹۔ بقدر ضرورت رہنے کے لئے مکان دینا۔

۱۰۔ کبھی کبھی بیوی کے محارم اور اور قریبی عزیزوں سے اس کو ملنے دینا۔

۱۱۔ ضرورت کے وقت بیوی کو مارنے اور تنبیہ کرنے کی جو حد شریعت نے بتلائی ہے اس سے زیادہ مارپیٹ نہ کرنا۔

بیوی پر شوہر کے یہ حقوق ہیں

۱۔ ہر جائز کام میں خاوند کی اطاعت کرنا البتہ خلافِ شرع اور گناہ کے کام میں معذرت کر دے۔

۲۔ خاوند کی حیثیت سے زیادہ نان و نفقہ کا مطالبہ نہ کرنا۔

۳۔ شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو گھر میں نہ آنے دینا۔

۴۔ شوہر کی بلا اجازت اس کے گھر سے نہ نکلنا۔

۵۔ شوہر کی بلا اجازت اس کے مال میں سے کسی کو نہ دینا۔

۶۔ اس کی بلا اجازت نفل نماز

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴ —— ہفت روزہ خدام الدین لاہور —— فون رہائش ۳۱۱۱۸۲ مدرسہ ۶۴۹۸۰

حضرت شیخ التفسیرؒ کا ترجمہ و حاشیہ

قرآن عزیز

قسم اول ۱۲/۰۰ روپے

قسم دوم ۷/۰۰ روپے

مکتبہ انجمن خدام الدین لاہور



حضرت لاہوریؒ کی حیات طیبہ پر ایک مکمل کتاب

عبد الحمید خاں کے قلم سے

قیمت ۲۲ روپے ۵۰ پیسے

انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور

منظور شدہ محکمہ تعلیم ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۶۱ء
۳- کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری D.D.9-۳۰۷۶۷/۹/۳۹ مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/۲۰۱۴-۱۵۴۱۰ مورخہ ۶۴ء